شمارہ نمبر ۷

جون / جولائی ۲۰۱۸ء

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

دوماہی مجلّہ

الاجماع

- دوہری اقامت اور اذان میں ترجیع کا مسئلہ (غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری کو جواب)
- امام حسن بن صالحؒ (المتوفی ۱۶۹ھ) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) ثبت (مضبوط) ہیں۔
- حافظ الحدیث قاسم بن قطلوبغاؒ (المتوفی ۸۷۹ھ) کی توثیق اور زبیر علی زئی کا دھوکا۔

ALIJMA FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

➢ کیا "بغیر ترجیع کی اذان کے ساتھ، دوہری اقامت" کا مذہب بلا دلیل اور مردود ہے؟ (غلام مصطفٰی امن پوری کے اعتراضات کے جوابات) ۱

- مفتی ابن اسماعیل المدنی

➢ امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۹ھ) کے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثبت ہیں۔ ۴۵

- مولانا نذیر الدین قاسمی

➢ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) کی توثیق اور زبیر علی زئی صاحب کا دھوکا۔ ۴۷

تحقیق: مولانا اعجاز اشرفی صاحب

ترتیب و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر آگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ **حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔**

محدث ھند ابو المآثر حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمۃ

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

کیا "بغیر ترجیع کی اذان کے ساتھ، دوہری اقامت" کا مذہب بلا دلیل اور مردود ہے؟

-مفتی ابن اسماعیل المدنی

علماء احناف کے نزدیک اقامت کا طریقہ:

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ثقہ، حافظ الحدیث، امام، ابو عبد اللہ محمد بن الحسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے سے پوچھا گیا "قلت والأذان والإقامة مثنى مثنى ------ قال نعم" اقامت بھی اذان کی طرح دوہری کہی جائے گی؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا: ہاں۔ **(الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني: جلد ۱: صفحہ ۱۰۸)**

یہی قول امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کا بھی ہے۔ **(الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني: جلد ۱: صفحہ ۱)**

دوسری جگہ امام محمدؒ فرماتے ہیں: "والإقامة مثنى مثنى كالأذان عندنا" ہمارے نزدیک اقامت بھی اذان کی طرح دوہری کہی جائے گی۔ **(المبسوط للسرخسي: جلد ۱: صفحہ ۱۲۹)**

احناف کی اصل دلیل:

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا کہ

حدثنا علي بن شيبة قال: ثنا يحيى بن يحيى النيسابوري قال: ثنا وكيع , عن الأعمش , عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: أخبرني أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم , أن عبد الله بن زيد الأنصاري رأى في المنام الأذان فأتى النبي صلى الله عليه وسلم , فأخبره فقال: «علمه بلالا» فأذن مثنى مثنى , وأقام مثنى مثنى , وقعد قعدة "

حضرت عمرو بن مرةؒ سے منقول ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے مجھ سے بیان کیا کہ: حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں اذان دیکھی، تو نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس کا تذکرہ کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ بلال کو سکھادو"، سو حضرت بلالؓ نے دو دو مرتبہ کلماتِ اذان اور دو دو مرتبہ کلماتِ

اقامت کہے، اور کچھ دیر بیٹھے۔ **(شرح معانی الآثار: جلد ۱: صفحہ ۱۳۴، حدیث ۸۲۴-۸۲۵ و اللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ: جلد ۱: صفحہ ۱۸۵، حدیث ۲۱۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد ۱: صفحہ ۶۸۱، حدیث ۱۹۷۵)**

اس حدیث کی سند کا حال:

اس حدیث شریف کو امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ **(م ۲۳۴؁ھ)** نے براہ راست، اور امام طحاویؒ **(م ۳۲۱؁ھ)** وامام بیہقیؒ **(م ۴۵۸؁ھ)** نے اپنی اپنی سندوں سے "وکیع عن الاعمش عن عمرو بن مرۃ" کی سند سے نقل کیا ہے اور یہ تینوں (وکیع، اعمش، عمرو) مشہور ثقات ہیں۔

محدثین اور غیر مقلدین کے محدث العصر کی نظر میں اس سند کا درجہ:

اس سند کو امام ابن دقیق العیدؒ **(م ۷۰۲؁ھ)**، امام ابن الترکمانیؒ **(م ۷۵۰؁ھ)** نے صحیح کی شرط پر کہا ہے، اور امام ابن حزمؒ **(م ۴۵۶؁ھ)** نے انتہائی صحیح کہا ہے، یہ بات مشہور غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ نے اپنی معروف تحقیق صحیح اَبی داوٗد-الاَم میں، جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک بہت ہی مایہ ناز اور انتہائی معتبر سمجھی جاتی ہے، ذکر کی ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

وقول ابن أبي ليلى: (حدثنا أصحابنا) إنما أراد به الصحابة رضي الله عنهم، كما صرح به الأعمش عن عمروبن مرة، كما يأتي. وقد تردد في ذلك المنذري، فقال في مختصره (٤٧٧) : " وقول ابن أبي ليلى: (حدثنا أصحابنا) ؛ إن أراد الصحابة؛ فهو قد سمع من جماعة من الصحابة، فيكون الحديث مسنداً؛ وإلا فهو مرسل"!

والرواية المشار إليها تعين الاحتمال الأول، كما قال الحافظ في "التلخيص " (١٧٤/٣) . قال: "ولهذا صححها ابن حزم وابن دقيق العيد ". وقال الزيلعي في "نصب الراية" (٢٦٧/١) : "أراد به الصحابة؛ صرَّح بذلك ابن أبى شيبة في " مصنفه"، فقال: حدثنا وكيع: ثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: حدثنا أصحاب محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أن عبد الله بن زيد الأنصاري جاء بلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقال: يا رسول الله! رأيت في المنام كأن رجلاً قام وعليه بردان أخضران، فقام على حائط، فأذن مثنى مثنى، وأقام مثنى مثنى. انتهى. وأخرجه للبيهقي في "سننه " عن وكيع ... به. قال في "الإمام ": وهذا رجال "الصحيح "، وهو متصل على مذهب الجماعة في عدالة الصحابة، وأن جهالة اسمهم لا تضر "۔

قلت : وكذا قال ابن التركماني في "الجوهر النقي " نحو ما قال ابن دقيق العيد في "الإمام " أنه على شرط "الصحيح ". إلخ.

وكذلك أخرجه الطحاوي (٧٩/١ و ٨٠) - عن يحيى بن يحيى النيسابوري- ، والبيهقي (٤٢٠/١) - عن عبد الله بن هاشم-، وابن حزم في "المحلى" (١٥٧/٣) - عن موسى بن معاوية- كلهم عن وكيع ... به. وقال ابن حزم: " وهذا إسناد في غاية الصحة "۔ **(صحیح ابی داوٗد-الاَم: جلد ۲: صفحہ ۴۲۷، الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۱۵۶)**

معلوم ہوا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں امام اعمشؒ مدلس ہیں اور عمرو بن مرۃؒ سے عنعنہ کیا ہے۔**(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۲)**

اس کا جواب یہ ہے کہ

- امام اعمشؒ کے کئی متابع موجود ہیں، خود امام بیہقیؒ مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "**ھکـــــــذا رواہ جماعۃ عن عمرو بن مرۃ**" اس طرح ایک جماعت نے حضرت عمرو بن مرۃؒ سے روایت کیا ہے۔**(السنن الکبری للبیہقی: ج ۱: ص ۶۱۸)**

پہلا متابع:[زید بن ابی اُنیسہؒ (م ۱۲۴ھ)]

- امام طحاویؒ (**م ۳۲۱ھ**) نے اگلی ہی سند میں اعمشؒ کا متابع، زید بن ابی اُنیسہؒ کو ذکر کر دیا ہے، وہ سند اس طرح ہے:

امام طحاویؒ (**م ۳۲۱ھ**) فرماتے ہیں کہ

حدثنا فهد،**(ابن سليمان النخاس : ثقة ثبت : تاريخ الاسلام : ۳۲۳)**

قال: ثنا علي بن معبد،**(العبدى ۔ ثقه : تقريب : ۴۸۰۱)**

قال: ثنا عبيد الله بن عمرو، **(الرقي – راوية زيد بن ابى أنيسة - ثقه فقيه ربما وهم : تقريب : ۴۳۲۷)**

عن زيد بن أبي أنيسة، **(ثقه له أفراد : تقريب : ۲۱۱۸)**

عن عمرو بن مرة، **(ثقه عابد : تقريب ۵۱۱۲)**

عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، **(ثقه : تقريب ۳۹۹۳)** قال: **حدثنا أصحابنا**، فذكر نحوه۔**(شرح معانی الآثار: جلد ۱: صفحہ ۱۳۴، حدیث نمبر ۸۲۵)**

یہ سند بالکل صحیح و متصل ہے، تمام روات ثقہ اور غیر مدلس ہیں۔

دوسرا متابع : [عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زیدؒ (ثقہ)]

- امام بیہقیؒ (**م ۴۵۸ھ**) کہتے ہیں کہ

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ **(ثقه،حافظ الحديث،كتاب الثقات للقاسم : ج ٢: ص ٣٩٢)**

ثنا ابو على الحسين بن على الحافظ **(ثقه،ثبت، سير: ج ١٦ : ص ٥٦)**

انا ابو على مهران بن هارون **(ثقة،مستدرک الحاکم : ج١: ص ٨٨،المستخرج لابى نعيم : ج١: ص ٣٤٨، رجال الحاكم في المستدرک:ج٢:ص٣٣٨)** و ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادريس الرازيان بالرى **(ثقة،حافظ الحديث، كتاب الثقات للقاسم : ج ٦: ص ٢٩٤)**

قالا : ثنا سليمان بن داود القزاز الرازى **(ثقة،تاريخ الاسلام : ج٦: ص ٩٤)**

ثنا ابو اسامة **(هو حماد بن اسامة،ثقة،ثبت، تقريب : ١٤٨٧)**

ثنا ابو العميس **(هو عتبة بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله بن مسعود أبو العميس المسعودى،ثقة ، تقريب : ٤٤٣٢)**

قال سمعت **(عبد الله بن محمد بن عبد الله بن زيد ؒ ،ثقة)**[1]

---

[1] اعتراض:

غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زید مستور ہے۔ سوائے ابن حبان کے، کسی نے ان کی توثیق نہیں کی۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ ان کو مقبول (مستور الحال) قرار دیا ہے۔ **(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۲)**

الجواب:

عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زیدؒ کی جمہور محدثین نے توثیق کی ہیں۔ امام ابن حبانؒ (**م ۳۵۴ھ**) نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ امام عینیؒ (**م ۸۵۵ھ**) اور حافظ ہیثمیؒ (**م ۸۰۷ھ**) نے ان کو ثقہ کہا ہیں۔ امام ضیاء الدین المقدسیؒ (**م ۶۴۳ھ**)، حافظ ابن حجرؒ (**م ۸۵۲ھ**) اور امام عینیؒ (**م ۸۵۵ھ**) نے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہیں۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: ج ۷: ص ۵۳، الاحادیث المختارہ: ج ۹: ص ۳۷۷، الدرایہ: ج ۱: ص ۱۱۵، النخب الافکار: ج ۳: ص ۹۶، مجمع الزوائد: ج ۵: ص ۲۶، حدیث نمبر ۷۹۲۸)** امام ابو داودؒ (**م ۲۷۵ھ**) نے ان کی روایت کو بذریعہ سکوت صالح کہا ہے۔ **(سنن ابو داود: حدیث نمبر ۵۱۳، رسالہ ابو داود الی اہل مکہ: ص**

یحدث عن ابیه (یعنی **محمد بن عبد الله بن زید ؒ ،ثقة، تقریب : رقم ۶۰۲۰**)

عن جده (**عبد الله بن زید ؓ ،صحابی مشہور، تقریب : رقم ۳۳۳۲**) انه رای الاذان مثنی مثنی، و الاقامة مثنی مثنی قال فاتیت النبی ﷺ فاخبرته فقال :"علمهن بلالا" فعلمتهن بلالا ۔(**الخلافیات للبیهقی : ج۲ : ص ۱۲۸- ۱۲۹،الدرایة : ج۱ : ص ۱۱۵**)

یہ سند کے بھی تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔(**الدرایة : ج۱ : ص ۱۱۵**)

تیسرا متابع: [شعبہ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ)]

- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ،انا ابو بکر بن اسحاق ،انا ابو المثنی ،ثنا مسدد ثنا عیسی بن یونس ثنا الاعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ثنا اصحاب محمد ﷺ کی سند عبد اللہ بن زیدؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں دوہری اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے فورن بعد امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ "وقد روی عن ابی معاویة عن الاعمش نحو هذا مختصر " او رامام مسددؒ (م ۲۲۳ھ) (جو کہ عیسی بن یونسؒ (م ۱۹۱ھ) کے ساتھ ساتھ، محمد بن خازم ابو معاویہؒ (م ۱۹۵ھ) کے بھی شاگرد ہے،(تہذیب الکمال) انہوں) نے اس حدیث کو " عن ابی معاویة عن الاعمش " کی سند سے مختصر بیان کیا ہے۔

یعنی اس کی سند مکمل سند یو ہو گی۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ،انا ابو بکر بن اسحاق ،انا ابو المثنی ،ثنا مسدد ثنا **عن ابی معاویة عن الاعمش** عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ثنا اصحاب محمد ﷺ ------

---

۲۷) اور کسی روایت کی تصحیح و تحسین، غیر مقلدین کے نزدیک اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(**نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں،از،زبیر علی زئی: ص ۱۷،انوار البدر: ص ۲۷**) لہٰذا جمہور محدثین کے نزدیک عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زیدؒ ثقہ ہیں۔ اور جمہور کے مقابلے میں ان پر مجہول وغیرہ کا اعتراض، خود ظہیر صاحب کے مسلک کے اصول سے باطل و مردود ہے۔(**مقالات زبیر علی زئی: ج۶: ص ۱۴۳**)

آگے امام بیہقیؒ (م۴۵۸؁ھ) کہتے ہیں کہ " وكذالک قاله شعبة بن الحجاج عن عمرو بن مرة الحديث بطوله "
اور اسی طرح محمد بن خازم ابو معاویہؒ (م۱۹۵؁ھ) [جو کہ امام اعمشؒ (م۱۴۸؁ھ) کے ساتھ ساتھ امام شعبہ بن الحجاجؒ (م۱۶۰؁ھ) کے بھی شاگرد ہے، (تہذیب الکمال) انہوں] نے بھی اس عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث جس میں کو "شعبة بن الحجاج عن عمرو بن مرة ' کی سند مکمل بیان کیا ہے۔ **(الخلافیات للبیہقی: ج۲: ص۱۲۳، چار دن قربانی کی مشروعیت از کفایت اللہ سنابلی: ص۴۸)**

یعنی اس کی سند مکمل سند یو ہو گی۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ،انا ابو بكر بن اسحاق ،انا ابو المثنى ،ثنا مسدد ثنا **عن ابى معاوية عن شعبة بن الحجاج** عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابى ليلىؒ ثنا اصحاب محمد ﷺ----

الغرض ثابت ہوا کہ ' ثنا اصحاب محمد ﷺ ' کی الفاظ میں امام اعمشؒ کے متابع میں ثقہ، حافظ الحدیث امام شعبہؒ (م۱۶۰؁ھ) بھی موجود ہے۔

نوٹ:

سنن ابو داود: حدیث نمبر ۵۰۶، میں بھی " شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا " کی سند سے عبد اللہ بن زیدؓ کی روایت موجود ہے۔ جس کو شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔ **(سنن ابو داود: حدیث نمبر ۵۰۶، تحقیق البانی)**، امام ترمذیؒ (م۲۷۹؁ھ) نے بھی واضح کیا کہ " شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ " کی سند میں ابن ابی لیلیؒ نے ثنا اصحاب محمد ﷺ کا ذکر کیا ہے، جس کا حوالہ آگے آرہا ہے۔ لہذا امام اعمشؒ پر اس روایت میں تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

چوتھا متابع: [محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ (م۱۴۸؁ھ)]

- نیز اعمشؒ کی متابعت محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جو سنن ترمذی میں ہے: کہ امام ترمذیؒ (م۲۷۹؁ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو سعيد الأشج، **(ثقه ۔ تقريب : ۳۳۵۴)**

قال: حدثنا عقبة بن خالد، **(صدوق۔ تقريب : ۴۶۳۶)**

عن ابن أبي ليلى، **(هو محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلىٰ ۔ صدوق سيئ الحفظ جدا : تقريب : ۶۰۸۱)**

عن عمرو بن مرة،

عن عبد الرحمن بن أبي ليلى،

عن عبد الله بن زيدؓ۔

قال: كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الأذان والإقامة۔

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی اذان دو دو مرتبہ (کہی جاتی) تھی، اذان بھی اور اقامت بھی۔ **(سنن ترمذی: باب ماجاء أن الإقامة مثنى مثنى: حديث ۱۹۴)**[2]

---

[2] اس سند میں دو علتیں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) پہلی علت: عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ اور حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کے درمیان انقطاع۔ اس لئے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کا حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے لقاء ثابت نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''وعبد الرحمن بن أبي ليلى، لم يسمع من عبد الله بن زيد''۔

(۲) دوسری علت: محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ سیئ الحفظ ہیں۔

پہلی علت کا جواب: یہ ہے کہ:

امام ترمذیؒ **(۲۷۹ھ)** نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد خود ذکر فرمایا ہے کہ شعبہؒ نے عمرو بن مرۃ کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد ﷺ کے صحابہؓ نے بیان کیا۔ معلوم ہوا اس انقطاع کا جواب خود امام ترمذیؒ نے دے دیا تھا۔

اسی طرح طحاوی کی مذکورہ بالا روایت میں زید بن ابی انیسہؒ کی صحیح و متصل سند میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ عبد الرحمنؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا۔

مشہور سلفی عالم و محدث شیخ محمد بن علی الاثیوبیؒ، جن کی کتاب شرح سنن نسائی کی شیخ البانیؒ اور شیخ مقبل وادعیؒ نے بہت تعریف کی ہے، اپنی اسی کتاب اس (پہلی) علت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

'' وقد رَوَى ابنُ أبي ليلى عن جماعة من الصحابة: منهم عمر، وعثمان، وعلي، وسعد بن أبي وقاص، وأُبَيّ بن كعب، والمقداد،

وكعب بن عجرة، وزيد بن أرقم، وحذيفة بن اليمان، وصهيب، وخلق يطول ذكرهم. وقال: أدركت عشرين ومائة من أصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم -، كلهم من الأنصار. فلا علة للحديث، لأنه على الرواية عن عبد الله بدون توسيط الصحابة مرسل عن الصحابة، وهو في حكم المسند، وعلى روايته عن الصحابة عنه مسند۔"

عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے روایت لی ہے، جن میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت سے صحابہ کرامؓ ہیں، خود کہتے ہیں کہ میں نے ۱۲۰ ایسے صحابہ کرامؓ کو دیکھا، جو تمام انصار تھے، پس اس حدیث میں کوئی علت نہیں، اس لئے کہ اگر عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ براہ راست حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے صحابہ کرامؓ کے واسطہ کے بغیر روایت کرتے ہیں تو وہ صحابہ کی مرسل ہے، اور وہ مسند کے حکم میں ہے، اور اگر صحابہ کے واسطہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں تو بھی مسند ہے۔ (ذخیرۃ العقبی شرح المجتبی: جلد۷: صفحہ ۲۰۸)

جہاں تک دوسری علت (محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کا سیئ الحفظ ہونا) ہے، تو اس کے دو جواب ہیں:

(الف) خود امام ترمذی نے ان کے متابع، امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کو ذکر کیا ہے، نیز طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کے متابع، امام اعمشؒ اور زید بن ابی انیسہؒ موجود ہیں۔

یہی مشہور سلفی عالم و محدث شیخ محمد بن علی الاثیوبیؒ، جن کی کتاب شرح نسائی کی شیخ البانیؒ اور شیخ مقبل وادعیؒ نے بہت تعریف کی ہے، اپنی اسی کتاب میں، اس (دوسری) علت کا بھی جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

"ومحمد بن عبد الرحمن، وإن كان بعض أهل الحديث يضعفه فمتابعة الأعمش إياه عن عمرو بن مرة، ومتابعة شعبة كما ذكر ذلك الترمذي مما يصحح خبره، وإن خالفاه في الإسناد وأرسلا، فهي مخالفة غير قادحة۔" (ذخیرۃ العقبی شرح المجتبی: جلد۷: صفحہ ۲۰۸)

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ (م ۱۴۸ھ) کی اگرچہ بعض محدثین نے تضعیف کی ہے، مگر امام شعبہؒ اور امام اعمشؒ کی متابعت سے ان کی حدیث صحیح ہو جاتی ہے، اگرچہ سند میں یہ اختلاف ہے کہ انہوں نے صحابہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا، مگر یہ (یعنی اس روایت میں صحابہ کا واسطہ ذکر نہ کرنا) ایسی علت ہے، جو قادح نہیں ہے۔

معلوم ہوا خود سلفی علماء کے نزدیک، شعبہؒ و اعمشؒ ثقات کی متابعت کی وجہ سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کی روایت بھی صحیح ہے۔

امام محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کے تفصیلی حالات: (الزامی جواب)

(ب) امام محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ، جلیل القدر فقیہ و مجتہد ہیں، امام ابو حنیفہؒ کے درجہ کے سمجھے جاتے ہیں۔ "وكان نظيرا للإمام أبي حنيفة في الفقه۔" (سیر) بلکہ بعض علماء نے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا فقیہ بھی کہا ہے۔ "ذكر زائدة ابن أبي ليلى، فقال: كان أفقه أهل الدنيا۔" (سیر)

آپ قرآن کریم کے بھی بڑے امام ہیں، ائمہ سبعہ میں سے امام حمزہ الزیّات الکوفیؒ کے استاد ہیں۔ "قد قال حفص بن غياث : من جلالة ابن أبي ليلى أنه قرأ القرآن على عشرة شيوخ۔" (سیر) "قرأ عليه : حمزة الزيات ، فكان يقول : إنا تعلمنا جودة القراءة عند ابن أبي ليلى۔" (سیر)

آپ بڑے درجہ کے قضاۃ اسلام میں سے ہیں۔ "بشر بن الوليد : سمعت القاضي أبا يوسف يقول : ما ولي القضاء أحد أفقه في دين الله، ولا أقرأ لكتاب الله، ولا أقول حقا بالله، ولا أعف عن الأموال من ابن أبي ليلى۔" (سیر)

اسی طرح آپکے پاس حدیث شریف کا بھی ذخیرہ تھا، البتہ جرح وتعدیل کے مطابق آپ برے حافظہ والے ہیں:

۱- امام احمدؒ آپ کو برے حافظے والا اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: كان سئ الحفظ، مضطرب الحديث۔

۲ - امام شعبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ برے حافظے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

عن أبي داود: سمعت شعبة يقول: ما رأيت أحدا أسوأ حفظا من ابن أبي ليلى۔

۳ - ابن حبانؒ نے برے حافظے والے اور کثیر الخطاء کہا ہے۔

فاحش الخطأ رديء الحفظ فكثرت المناكير في روايته۔ (اس کا بقیہ جملہ آگے آئے گا)

۴ - امام دار قطنی نے برے حافظہ والے کثیر الوھم کہا ہے۔

قال الدارقطني كان رديء الحفظ كثير الوهم۔

۵ - ابن المدینیؒ نے برے حافظہ والے اور کمزور حدیث والے کہا ہے۔

عن ابن المديني كان سيء الحفظ واهي الحديث۔

۶- امام ساجیؒ کہتے ہیں کہ برے حافظے والے تھے مگر کذاب نہیں قضاء میں ممدوح ہیں مگر حدیث میں حجت نہیں۔ كان سيء الحفظ لا يتعمد الكذب فكان يمدح في قضائه فأما في الحديث فلم يكن حجة۔

۷ - امام ابن معینؒ کہتے ہیں: زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔

عَن يحيى بْن مَعِين: ليس بذاك۔

۸ - امام نسائیؒ کہتے ہیں کچھ ضعیف ہیں۔وقال النسائي : ليس بالقوي۔

۹ - امام ابو زرعہؒ فرماتے ہیں: ٹھیک ہیں، زیادہ قوی نہیں ہیں۔

قال أبو زرعة : صالح ، ليس بأقوى ما يكون۔

۱۰ - ابو حاتمؒ فرماتے ہیں، وہ سچائی کے مقام پر ہیں، قضاء کی وجہ سے حافظہ خراب ہو گیا تھا، متہم بالکذب نہیں ہیں، کثیر الخطا ہیں، ان کی حدیث لکھی جائے گی مگر احتجاج نہیں کیا جائیگا، حجاج بن ارطاۃ (صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، احد الفقہاء: تقریب:۱۱۱۹) سے قریب ہیں۔

وقال أبو حاتم : محله الصدق، كان سئ الحفظ، شغل بالقضاء فساء حفظه، لايتهم بشيء من الكذب إنما ينكر عليه كثرة الخطأ، يكتب حديثه ولا يحتج به، وهو والحجاج بن أرطاة ما أقربهما۔

۱۱ - یعقوب بن سفیانؒ کہتے ہیں کہ ثقہ وعادل ہیں، مگر آپ کی حدیث میں کچھ کلام و کمزوری ہے۔

قال يعقوب بن سفيان ثقة عدل في حديثه بعض المقال لين الحديث عندهم۔

۱۲ - دوسری جگہ امام دار قطنیؒ کہتے ہیں آپ ثقہ ہیں، مگر آپ کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

وقال ثقة في حفظه شيء۔(موسوعہ اقوال الدار قطنیؒ: ۲/۵۹۶)

۱۳ - ابن خزیمہؒ کہتے ہیں کہ وہ حافظ نہیں ہیں۔ قال ابن خزيمة ليس بالحافظ ۔

۱۴ - امام یحییٰ القطانؒ اور منقول ہے کہ وہ آپ کی تضعیف کرتے تھے۔

كان يحيى بن سعيد يضعف ابن أبي ليلى۔

ذكر أحمد بن حنبل حديث ابن أبي ليلى عن عطاء "في الضرورة يحج عن الميت "فقال: ابن أبي ليلى ضعيف۔

نوٹ:

مگر یہاں ضعیف سے مراد متروک یا سخت ضعیف نہیں بلکہ لین الحدیث ہے، اسی وجہ سے جب ابن حبانؒ نے احمدؒ اور یحییٰ القطانؒ سے محمد بن ابی لیلیٰ کا متروک ہونا نقل کیا، تو ذہبیؒ نے ان پر رد کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں نے ان (محمد بن ابی لیلیؒ) کو ترک نہیں کیا، بلکہ ان کی حدیث کو کچھ کمزور کہا ہے۔

وقال ابن حبان: كان ابن أبي ليلى رديء الحفظ، فاحش الخطأ، فكثر في حديثه المناكير، فاستحق الترك، تركه: أحمد، ويحيى. قلت: لم نرهما تركاه، بل لينا حديثه۔(سیر)

اور ایک روایت یہ ہے کہ یحییٰ القطان اس وقت تضعیف کرتے ہیں جب وہ حضرت عطاءؒ سے روایت کریں۔

قال: كان يحيى يضعف ابن أبي ليلى ومطرا عن عطاء.(میزان)

۱۵ - امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ سوء حفظ کے باوجود آپ کی حدیث لکھی جائے گی۔

وهو مع سوء حفظه يكتب حديثه۔(الکامل)

۱۶ - امام ترمذیؒ نے آپ کی ایک حدیث کی تحسین کی ہے، اور دوسرے محدثین نے محمد بن ابی لیلیٰ کی وجہ سے اس روایت کی تضعیف کی ہے، مگر امام ذہبیؒ نے امام ترمذیؒ کے قول کو زیادہ بہتر کہا ہے۔

الثوري وغيره، عن ابن أبي ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس - إن المشركين أرادوا أن يشتروا جسد رجل أصيب يوم الخندق ... الحديث. حسنه الترمذي. وقال عبد الحق في أحكامه وابن القطان: إسناده ضعيف ومنقطع، لا سماع للحكم من مقسم إلا لخمسة أحاديث، ما هذا منها. وضعفاه من جهة ابن أبي ليلى۔ وقول الترمذي أولى. **(ميزان)**

نوٹ: ابن قطانؒ کو حافظ ذہبیؒ نے خود جرح وتعدیل میں متشدد کہا ہے۔**(تذکرۃ الحفاظ: ج ۴ :ص ۱۳۴)**

۱۷ - امام عجلیؒ آپ کو صراحۃً صدوق اور جائز الحدیث کہتے ہیں۔

وقال العجلي كان فقيها صاحب سنة، صدوقا، جائز الحديث۔ **(یہ تمام حالات تہذیبین سے لئے گئے ہیں، جو بات کہیں اور سے لی گئی اس کا حوالہ وہیں دے دیا گیا)**

۱۸ - اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی آپ کو صدوق سیئ الحفظ کہا ہے، نیز یہ بھی کہا کہ آپ کی توثیق کی گئی ہے۔صدوق إمام، سيئ الحفظ ، وقد وثق۔ (میزان)

۱۹ - امام ابن حجرؒ تقریب میں آپ کو **"صدوق سیئ الحفظ جدا"** کہتے ہیں۔

۲۰ - غیر مقلد عالم ومحدث العصر شیخ البانیؒ کہتے ہیں کہ امام ابن حجرؒ نے انکو "صدوق سیئ الحفظ جدا" کہا، جبکہ ذہبیؒ نے صرف "صدوق سیئ الحفظ" کہا، **(دیوان الضعفاء: ۳۸۲۱)** اس کے ساتھ "جدا" نہیں بڑھایا، لہذا ان کی حدیث "ضعیف" تو ہوگی لیکن "ضعیف جدا" نہیں ہوگی، جیسا کہ واضح ہے۔

وقال الحافظ في ترجمته من " التقريب ": صدوق سيء الحفظ جدا. وكذا قال الذهبي في " الضعفاء ". إلا أنه لم يقل: " جدا "، وذلك لا يخرج حديثه من رتبة الضعف المطلق، وإنما من رتبة الضعف الشديد كما هو ظاهر۔(ضعیفہ: ۳/ ۱۶۲، رقم ۱۰۵۴)

ایک اہم وضاحت: حدیث **"ملک نازل من السماء"**

خوب یاد رہے کہ اذان واقامت کے مسئلہ میں، احناف کی مذکورہ بالا دلیل حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث کو، فقہاء احناف کی کتابوں میں "ملک نازل من السماء" کی حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اذان چار طرح ثابت ہے:

سلفی عالم شیخ محمد بن ابراہیم التویجری کہتے ہیں:

احادیث شریفہ میں چار طرح سے اذان ثابت ہے:

(اول) پندرہ (۱۵) کلمات:

١ - الله أكبر ٢ - الله أكبر ٣ - الله أكبر ۴ - الله أكبر

۵ - أشهد أن لا إله إلا الله ۶ - أشهد أن لا إله إلا الله

نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ اگرچہ معروف سیئ الحفظ ہیں، مگر شواہد ومتابعت کے لائق ہیں۔

محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى سيء الحفظ معروف بذلك، فهو صالح للاستشهاد به۔ (صحیحہ: جلد۷: صفحہ ۷۳۵، رقم ۳۲۴۴)

امام محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ کے تفصیلی حالات بیان کرنے کے بعد ہم غیر مقلدین سے کہنا چاہتے ہیں کہ:

ائمہ جرح وتعدیل نے محمد بن ابی لیلیٰؒ پر جو احکام لگائے ہیں، تقریباً وہی احکام، مؤمل بن اسماعیلؒ پر بھی لگائے ہیں۔ **(صدوق سیئ الحفظ: تقریب ۷۰۲۹، صدوق ، شديد في السنة كثير الخطاء: کاشف)**

مگر غیر مقلدین انہیں حسن الحدیث کہتے ہیں، اور ان کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کے راوی ہیں، جو کہ نماز کے بارے میں غیر مقلدین کا قومی شعار ہے۔

لہذا اصولی طور غیر مقلدین کا امام محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ پر کلام کرنا صحیح نہیں ہے۔

٧ - أشهد أن محمداً رسول الله
٨ - أشهد أن محمداً رسول الله

٩ - حي على الصلاة
١٠ - حي على الصلاة

١١ - حي على الفلاح
١٢ - حي على الفلاح

١٣ - الله أكبر
١٤ - الله أكبر

١٥ - لا إله إلا الله
(ابو داؤد: ۴۹۹، ابن ماجہ: ۷۰۶)

شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب سے افضل اذان ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ، بلالؓ سے سفر وحضر میں سنا کرتے تھے۔

(ثانی) انیس (۱۹) کلمات:

١ - الله أكبر
٢ - الله أكبر
٣ - الله أكبر
٤ - الله أكبر

٥ - أشهد أن لا إله إلا الله
٦ - أشهد أن لا إله إلا الله

٧ - أشهد أن محمداً رسول الله
٨ - أشهد أن محمداً رسول الله

(پھر ترجیع کے ساتھ)

٩ - أشهد أن لا إله إلا الله
١٠ - أشهد أن لا إله إلا الله

١١ - أشهد أن محمداً رسول الله
١٢ - أشهد أن محمداً رسول الله

١٣ - حي على الصلاة
١٤ - حي على الصلاة

١٥ - حي على الفلاح
١٦ - حي على الفلاح

١٧ - الله أكبر
١٨ - الله أكبر

١٩ - لا إله إلا الله

یہ حضرت ابو محذورہؓ کی اذان ہے۔ **(سنن ابی داؤد: ۵۰۳، نسائی: ۶۳۰، ترمذی: ۱۹۲، ابن ماجہ: ۷۰۹)**

(ثالث) سترہ (۱۷) کلمات:

١ - الله أكبر ٢ - الله أكبر

٣ - أشهد أن لا إله إلا الله ٤ - أشهد أن لا إله إلا الله

٥ - أشهد أن محمداً رسول الله ٦ - أشهد أن محمداً رسول الله

(پھر ترجیع کے ساتھ)

٧ - أشهد أن لا إله إلا الله ٨ - أشهد أن لا إله إلا الله

٩ - أشهد أن محمداً رسول الله ١٠ - أشهد أن محمداً رسول الله

١١ - حي على الصلاة ١٢ - حي على الصلاة

١٣ - حي على الفلاح ١٤ - حي على الفلاح

١٥ - الله أكبر ١٦ - الله أكبر

١٧ - لا إله إلا الله

یہ اذان بھی قسم ثانی کی طرح ہی ہے، مگر اس میں، شروع میں کلمات تکبیر، چار کی بجائے صرف دو ہی مرتبہ ہیں۔ (**صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۵، سنن نسائی: ۶۲۹**)

(رابع) تیرہ (۱۳) کلمات:

١ - الله أكبر ٢ - الله أكبر

٣ - أشهد أن لا إله إلا الله ٤ - أشهد أن لا إله إلا الله

٥ - أشهد أن محمداً رسول الله ٦ - أشهد أن محمداً رسول الله

٧ - حي على الصلاة ٨ - حي على الصلاة

٩ - حي على الفلاح ١٠ - حي على الفلاح

١١ - الله أكبر ١٢ - الله أكبر

١٣ - لا إله إلا الله

یہ اذان، قسم اول کی طرح ہی ہے، مگر اس میں، شروع میں کلمات تکبیر، چار کی بجائے صرف دو مرتبہ ہیں۔ **(سنن ابی داؤد: ۵۱۰، سنن نسائی: ۶۲۸)**[3]

غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ نے بھی مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی تین قسموں کو بیان کیا ہے۔(**الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۱۱۹تا۱۲۹**)[4]

---

[3] ***الفاظ یہ ہیں:***

صفات الأذان الثابتة في السنة:

الصفة الأولى: أذان بلال رضي الله عنه، الذي كان يؤذن به في عهد النبي - صلى الله عليه وسلم - وهو خمس عشرة جملة: ------ أخرجه أبو داود وابن ماجه.

وهذا أفضل صفات الأذان؛ لأنه هو الذي كان يسمعه النبي - صلى الله عليه وسلم - من بلال حضرا وسفرا.

الصفة الثانية: أذان أبي محذورة رضي الله عنه، وهو تسع عشرة جملة، التكبير أربعا في أوله مع الترجيع۔ -------- أخرجه أبو داود والترمذي۔

صفة الترجيع:

أن يقول المؤذن أولا بصوت خافت (أشهد أن لا إله إلا الله) مرتين، ثم يرجع ثانية ويرفع بها صوته مرتين، ويفعل كذلك في (أشهد أن محمدا رسول الله).

الصفة الثالثة: مثل أذان أبي محذورة رضي الله عنه السابق إلا أن التكبير في أوله مرتان فقط، فيكون سبع عشرة جملة. ----- أخرجه مسلم.

الصفة الرابعة: أن يكون الأذان كله مثنى مثنى، وكلمة التوحيد في آخره مفردة، فيكون ثلاث عشرة جملة. ------ متفق عليه۔**(موسوعہ الفقہ الاسلامی: جلد ۲: صفحہ ۳۹۵)**

[4] ***الفاظ یہ ہیں:***

وقد جاء في صفته ثلاثة أنواع:

الأول: ألفاظه تسع عشرة كلمة۔**(الثمر المستطاب: صفحہ ۱۱۹)**

والنوع الثاني ألفاظه سبع عشرة وهو مثل الأول إلا أن التكبير في أوله مرتين لا أربعا وهو رواية لمسلم وغيره كمالك في (المدونة) (۱/ ۵۷ - ۵۸) من حديث أبي محذورة ولكنها رواية مرجوحة كما سبق إلا أن لها شواهد تدل على أن لها أصلا في السنة۔(الثمر : صفحہ ۱۲۷)

غور فرمائیں:

جس اذان کو سلفی عالم شیخ تــــویجری نے سب سے بہترین اذان کہا، جسے رسول اللہ ﷺ ، بلالؓ سے سفر وحضر میں سنا کرتے تھے، غیر مقلد عالم ومحدث شیخ البانیؒ نے اسے اہل کوفہ، امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی اذان کہا ہے، نیز شیخ البانیؒ نے یہ بھی ذکر کیا کہ ان کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہؓ کی حدیث ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اقامت تین طرح ثابت ہے، جیسا کہ شیخ تویجری بیان کرتے ہیں:

(اول) گیارہ کلمات:

١ - الله أكبر
٢ - الله أكبر
٣ - أشهد أن لا إله إلا الله
٤ - أشهد أن محمدا رسول الله
٥ - حي على الصلاة
٦ - حي على الفلاح
٧ - قد قامت الصلاة
٨ - قد قامت الصلاة
٩ - الله أكبر
١٠ - الله أكبر
١١ - لا إله إلا الله۔ **(سنن ابی داؤد: ۴۹۹، سنن ابن ماجہ ۷۰۶)**

(ثانی) سترہ کلمات:

١ - الله أكبر
٢ - الله أكبر
٣ - الله أكبر
4 - الله أكبر
٥ - أشهد أن لا إله إلا الله
٦ - أشهد أن لا إله إلا الله
٧ - أشهد أن محمدا رسول الله
٨ - أشهد أن محمدا رسول الله

والنوع الثالث ألفاظه خمس عشرةوهو مثل الأول إلاأنه لا ترجيع فيه **على حديث عبد الله بن زيد بن عبد ربه**. وقد تقدم. **وهذا أذان الكوفيين. وبه قال أبو حنيفة وسفيان الثوري** كما في (المجموع) (٣/ ٩٣).

٩ - حي على الصلاة ١٠ - حي على الصلاة

١١ - حي على الفلاح ١٢ - حي على الفلاح

١٣ - قد قامت الصلاة ١۴ - قد قامت الصلاة

١۵ - الله أكبر ١۶ - الله أكبر

١٧ - لا إله إلا الله ۔**(سنن ابی داؤد:۵۰۲، جامع ترمذی:۱۹۲)**

(ثالث) دس کلمات:

١- الله أكبر ٢ - الله أكبر

٣ - أشهد أن لا إله إلا الله ۴ - أشهد أن محمدا رسول الله

۵ - حي على الصلاة ۶ - حي على الفلاح

٧ - قد قامت الصلاة ٨ - قد قامت الصلاة

٩ - الله أكبر ١٠ - لا إله إلا الله۔ **(ابو داؤد:۵۱۰، سنن نسائی:۶۲۸)**[5]

---

[5] **الفاظ یہ ہیں:**

صفات الإقامة الثابتة في السنة:

السنة أن تكون الإقامة مرتبة ومتوالية بإحدى الصفات الآتية:

الصفة الأولى: إحدى عشرة جملة، وهي إقامة بلال رضي الله عنه التي كان يقيم بها بين يدي النبي - صلى الله عليه وسلم - حضرا وسفرا -وهي أفضلها- -----

أخرجه أبو داود وابن ماجه۔

الصفة الثانية: سبع عشرة جملة، وهي إقامة أبي محذورة رضي الله عنه۔ ------

أخرجه أبو داود والترمذي۔

الصفة الثالثة: عشر جمل : -------- أخرجه أبو داود والنسائي۔**(موسوعہ الفقہ الاسلامی: جلد ۲: صفحہ ۴۰۲)**

جبکہ شیخ البانیؒ نے ان تینوں میں سے بھی صرف پہلی اور دوسری قسم کو مانا ہے:

وقد جاء في صفتها نوعان:

الأول: سبع عشرة كلمة: -------

النوع الثاني: إحدى عشرة كلمة: -------(الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۴)

اہم نکتہ، سترہ کلمات کی اقامت کی وجہ ترجیح، خود غیر مقلدین کی تحقیق کی روشنی میں:

شیخ البانیؒ نے اقامت کے دونوں طریقوں میں سے پہلے طریقہ (سترہ کلمات) ذکر کرنے کے بعد اس کی دلیل میں حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ کی حدیث ذکر کی اور کہا" وإسناده فى غاية الصحة" اسکی سند انتہائی صحیح ہے، اور آگے امام ترمذیؒ سے نقل کیا ہے کہ ابن المبارکؒ، سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ اسی کے قائل ہیں۔

شیخ البانیؒ سترہ کلمات کے موقف کے دلائل ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الحديث الثاني: عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: ثنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أن عبد الله بن زيد الأنصاري جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال:يا رسول الله رأيت في المنام كأن رجلا قام وعليه بردان أخضران فقام على حائط فأذن مثنى مثنى وأقام مثنى مثنى، وإسناده في غاية الصحة كما سبق في المسالة(۱۳) (مسئلہ ۱۳ کیلئے دیکھئے: جلد ۱: صفحہ ۱۵۶) ، وهو من طريق الأعمش عن عمرو بن مرة عنه ، ورواه أبو داود من طريق شعبة عن عمرو به نحوه. وقد سبق هناك، وأخرجه الترمذي والدارقطني عن ابن أبي ليلى عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن عبد الله بن زيد قال: (كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الأذان والإقامة). وأعله الترمذي بقوله: (وعبد الرحمن بن أبي ليلى لم يسمع من عبد الله بن زيد) قلت: لكن الرواية الأولى تبين أنه سمعها من بعض الصحابة فلايضر إرساله للحديث أحياناوقد سبق زيادةتحقيق في الحديث في المسألةالمشار إليها آنفا۔

ثم قال الترمذي: (وقال بعض أهل العلم: الأذان مثنى مثنى والإقامة مثنى مثنى وبه يقول سفيان الثوري وابن المبارك وأهل الكوفة۔(**الثمر: جلد ۱: صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷**)

آگے شیخؒ پھر دوسرا قول گیارہ کلمات کا ذکر کرنے کے بعد اس کی تین دلیلیں ذکر کیں، محمد بن اسحاق کی حدیث، ابن عمرؓ کی حدیث اور حضرت انسؓ کی حدیث، اس کے بعد یہ تو کہا کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے، مگر پھر اس قول کی تینوں دلیلوں پر کلام کیا ہے، ان میں سے محمد بن اسحاقؒ کی حدیث کو پہلے رد کر چکے ہیں، اس کی طرف یہاں پر صرف اشارہ کیا، (ان شاء اللہ، اس کی تفصیل امام ابن خزیمہؒ کے قول کے جواب میں ذکر کریں گے) اور ابن عمرؓ اور انسؓ کی حدیثوں کے متن پر کلام کیا ہے کہ **اس کے ظاہر سے گیارہ نہیں بلکہ نو کلمات**

نکلتے ہیں، اس کے جواب میں امام نوویؒ کے تاویل ذکر کی، پھر امام نوویؒ کی تاویل پر امام ابن حجرؒ کا اعتراض نقل کیا، جس کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر اخیر میں کہتے ہیں کہ چونکہ سلف میں سے کوئی بھی نو کلمات کا قائل نہیں ہے، ورنہ ہم اسی کو اختیار کرتے، اسلئے مجبوراً ہمیں اس کی تاویل کا قول اختیار کرنا پڑتا ہے، اگرچہ اس (تاویل) میں تکلف ہے۔

نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس (گیارہ کلمات کے) قول پر خود امام مالکؒ اور اہل مدینہ کا بھی عمل نہیں۔ (**الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴**)[6]

غور فرمائیں:

احناف نے، جس طرح اذان کی قسموں میں سے اس قسم کو اختیار کیا جو خود غیر مقلدین کے نزدیک افضل ہے، اسی طرح اقامت کی اقسام میں سے بھی اس قسم کو اختیار کیا، جس کی دلیل، خود غیر مقلدین علماء کے نزدیک سنداً انتہائی صحیح، متناً صاف وواضح اور دلیلاً بالکل صریح ہے۔[7]

---

[6] **الفاظ یہ ہیں:**

النوع الثاني: إحدى عشرة كلمة: ----- (بعد صفحتين ونصف تقريباً) ----- قال البغوي: (وهو قول أكثر العلماء) كما في (المجموع)۔

واحتج لهم بهذه الأحاديث الثلاثة أماحديث عبد الله بن زيد فقد علمت ما فيه وأما حديث ابن عمر وأنس فظاهرهما يدل على أن الإقامة تسع كلمات لا إحدى عشرة كلمة۔

وقد أجابوا عنهما محمولان على التغليب۔ وقال النووي في شرح مسلم: (فإن قيل: قد قلتم إن المختار الذي عليه الجمهور أن الإقامة أحدى عشرة كلمةمنها الله أكبر الله أكبر أولا وآخرا وهذا تثنية فالجواب أن هذا وإن كان صورة تثنية فهو بالنسبة إلى الأذان إفراد ولهذا قال أصحابنا: يستحب للمؤذن أن يقول كل تكبيرتين بنفس واحد ، فيقول في أول الأذان : الله أكبر الله أكبر بنفس واحد ثم يقول:الله أكبر الله أكبر بنفس واحد) قال الحافظ :

(وهذا إنما يتأتى في أول الأذان لا في التكبير الذي في آخره وعلى ماقال النووي ينبغي للمؤذن أن يفرد كل تكبيرة من اللتين في آخره بنفس)

هذا وذهب مالك كما في (المدونة) إلى أن الإقامة عشرة كلمات فلم يثن لفظ: (قد قامت الصلاة) وهو قول قديم للشافعي كما قال النووي۔

ولم أجد لهذا القول سندا من الروايات بل كلها على خلافه لأنها تقول بتثنية الإقامة ولعل من أخذ به عمل أهل المدينة وعلى هذا يدل كلام ابن حزم ثم رأيت مالكا صرح بذلك في (الموطأ) ولم أجد أيضا من ذهب إلى الأخذ بظاهر حديث ابن عمر وأنس المقتضي لكون الإقامة تسع كلمات بإيتارها كلها إلا لفظ الإقامة فإن وجد من أخذ به من السلف قلنا به وإلا اضطررنا إلى القول بتأويلهما - كما سبق - على ما فيه من التكلف. والله أعلم (**الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴**)

اس کے مقابل گیارہ کلمات کا قول اختیار کرنے والوں کی تین حدیثوں میں سے ایک منکر، اور ابن عمرؓ اور انسؓ کی روایات غیر صریح ہیں، جن کی تاویل، تکلف سے خالی نہیں، خود شیخ البانیؒ نے اس قول کو مجبوراً اختیار کیا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے روبرو، حضرت بلالؓ، مدینہ منورہ میں، یہی اقامت کہا کرتے تھے، مگر غیر مقلدین کے محدث العصر البانیؒ کہتے ہیں کہ خود اہل مدینہ اور امام مالکؒ **(م ۱۷۹ھ)** کا اس طریقہ اقامت پر عمل نہیں۔

جمع بین الحدیثین اور شیخ البانیؒ کیلئے خوشخبری:

علماء احناف کا طریقہ رہا ہے کہ وہ عامۃً ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس میں تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے، چنانچہ اقامت کے معاملہ میں بھی اپنے اسی فارمولہ پر عمل پیرا ہیں۔

اور وہ اس طرح کہ جن حدیثوں میں اقامت، مثنی، شفعاً اور 'انیس کلمات' کہنے کا ذکر ہے، ان کو 'کلمات اقامت' پر محمول کر لیا، اور جن حدیثوں میں اقامت مرۃً یا وتراً کہنے کا ذکر ہے، انہیں 'ایتارِ صوتی' پر محمول کر لیا۔

پس کلمات اقامت کہے تو انیس جائیں گے، مگر وتر صوت کے ساتھ، یعنی:

(۱) چاروں کلمات تکبیر، 'اللہ اکبر' ایک سانس میں۔

(۲) أشهد أن لا إله إلا الله کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۳) أشهد أن محمداً رسول الله کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۴) حي على الصلاة کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۵) حي على الفلاح کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۶) (۷) قد قامت الصلاة کے دونوں کلمات "**دو سانسوں**" میں۔

(۸) دونوں کلمہ تکبیر ایک سانس میں۔

---

[7] لہذا غلام مصطفٰی ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ **"دوہری اقامت کے مذہب پر کوئی شرعی دلیل نہیں"(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۱۹)** باطل اور مردود ہے۔

(۹) کلمہ شہادتِ ایک سانس میں۔

یہی وجہ ہے کہ

- حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری بارک اللہ فی علمہ وعمرہ فرماتے ہیں:

احناف کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں مماثل کلمات کو دو سانس میں کہیں اور تکبیر (اقامت) میں ایک ہی سانس میں کہیں، البتہ قد قامت الصلاۃ دو الگ الگ سانسوں میں کہیں، کیونکہ یہی کلمات اقامت میں مقصود ہیں۔ **(تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۵۰۷)**

- مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

اقامت میں بتصریح فقہاءؒ وصل اربع تکبیرات مستحب ہے۔ **(احسن الفتاویٰ: جلد ۱۰: صفحہ ۲۰۴)**

- امام جمال الدین ابو محمد علی بن یحییٰ الخزرجی المنبجـــیؒ (م ۶۸۶ھ) فرماتے ہیں "فيحتمل قوله أن يشفع الأذان بالصوت، فيأتي بصوتين صوتين، ويفرد الإقامة فيأتي بصوت صوت"۔ **(اللباب في الجمع بين السنة والكتاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۷)**

شیخ البانیؒ نے بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ "ولم أجد أيضا من ذهب إلى الأخذ بظاهر حديث ان عمر وأنس المقتضي لكون الإقامة تسع كلمات بإيتارها كلها إلا لفظ الإقامةفإن وجد من أخذ به من السلف قلنا به،وإلا اضطررنا إلى القول بتأويلهما - كما سبق - على ما فيه من التكلف"۔ ہمیں حضرت ابن عمرؓ وانسؓ کی حدیث کے ظاہر پر، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقامت کے کلمات نو (۹) ہوں، اور وہ تمام وتر کہے جائیں سوائے کلمہ قد قامت الصلوۃ کے، عمل کرنے والا کوئی نہ ملا، اگر سلف میں سے کوئی ہمیں ملتا تو ہم اسکو لے لیتے، اسلئے مجبوراً ہمیں پر تکلف تاویل کے قول کو لینا پڑا۔ **(الثمر المستطاب:** جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴)

شیخ تو اب اللہ تعالی کی رحمت میں پہنچ گئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین

اگر شیخ زندہ ہوتے تو ہم دست بستہ ان سے عرض کرتے کہ حضرت !پر تکلف تاویل والے قول کو لینے کی بنسبت، حنفیہ کی اقامت، جو نو کلمات پر مشتمل نیز وتراً کہی جاتا ہے، اختیار کئے جانے کے زیادہ لائق ہے۔فللہ الحمد[8]

کیا حضرت بلالؓ سے دوہری اقامت ثابت نہیں؟

ہمارا کہنا ہے کہ حضرت بلالؓ سے دوہری اقامت کہنا ثابت ہے۔

پہلی دلیل :

اس کی پہلی **دلیل** تو یہی 'ملک نازم من السماء' کی حدیث ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے جب فرشتہ کو اذان واقامت کہتے دیکھا اور نبی اکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "علمه بلالا"، یہ بلال کو سکھا دو، اس کے بعد ہے کہ **پس حضرت حضرت بلالؓ نے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہی۔** فأذن مثنى مثنى , وأقام مثنى مثنى۔

لہذا اس صحیح ترین حدیث یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ حضرت بلالؓ نے دوہری اقامت کہی۔

آگے ہم مزید چند حدیثیں ذکر کرتے ہیں جن سے حضرت بلالؓ کا دوہری اقامت کہنا ثابت ہوتا ہے:

دوسری دلیل:

امام عبد الرزاقؒ (م ۲۱۱ھ) نے کہا:

أخبرنا معمر، عن حماد، عن إبراهيم، عن الأسود بن يزيد: أن بلالا كان يثني الأذان، ويثني الإقامة۔

حضرت اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہا کرتے تھے۔ **(مصنف عبد الرزاق: جلد ۱: صفحہ ۴۶۲، رقم ۱۷۹۰)**

اس کی سند کا حال:

---

8 یہی بات ہم موجودہ غیر مقلدین کے خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ پر تکلف تاویل والے قول کو لینے کی بنسبت، حنفیہ کی اقامت، جو نو کلمات پر مشتمل نیز وتراً کہی جاتا ہے، اختیار کئے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ نیز حضرت بلالؓ بھی دوہری اقامت کہتے تھے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۱- امام عبد الرزاقؒ : ثقہ حافظ۔ **(تقریب: ۴۰۶۴)**

۲- معمر بن راشدؒ : ثقۃ ثبت۔ **(تقریب: ۶۸۰۹)**

۳- حماد بن ابی سلیمانؒ : صدوق لہ أوھام ، تقریب ۱۵۰۰، وقال الذھبیؒ: **ثقۃ إمام مجتھد کریم جواد: الکاشف: رقم ۱۲۲۱)**

۴- امام ابراہیم بن یزید النخعی : ثقۃ إلا أنہ یرسل کثیرا، ثقہ ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ (تقریب : ۲۷۰) لیکن امام علائیؒ **(م ۷۶۱ھ)**: فرماتے ہیں کہ " وجماعۃ من الأئمۃ صححوا مراسیلہ " ائمہ کی ایک جماعت نے آپ (ابراہیم نخعی) کی مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ **(جامع التحصیل: صفحہ ۱۴۱، رقم الترجمہ ۱۳)** اس کا مزید ایک حوالہ، ابن معینؒ سے اگلی حدیث کے تحت منقول ہے۔

۵- اسود بن یزید النخعی : ثقہ مکثر فقیہ۔ (تقریب: ۵۰۹)

۶- بلال بن رباحؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں۔ اور اسکی سند صحیح ہے۔[9]

---

[9] **اعتراض نمبر ا :**

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ روایت "منقطع" ہونے کی وجہ سے بھی "ضعیف" ہے۔ اور نقل کرتے ہیں کہ اسود بن یزید نے بلالؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ **(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۶)**

جواب نمبر ا :

امام ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)** کہتے ہیں "واسود بن یزید ، مخضرم ادرک الجاھلیۃ والإسلام " یعنی حضرت اسود بن یزیدؒ مخضرم ہیں، یعنی زمانہ جاہلیت اور نبی کریم ﷺ کا زمانہ، دونوں پایا ہے۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۴: صفحہ ۵۰)**

مگر نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ثابت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ "وروی عن: الصدیق أنہ جرد معہ الحج" (سیر)

لہذا حضرت بلالؓ سے، حضرت اسود بن یزیدؒ کے لقاء کا امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلد عالم شیخ البانیؒ نے اسود بن یزید عن بلالؓ کی سند سے آئی ہوئی حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔**(سنن نسائی: حدیث نمبر ۶۴۹ - ۶۵۰)**

جواب نمبر ۲ :

اسود بن یزید نے خود بلالؓ سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ امام ابو الحسن الزعفرانیؒ **(م ۲۶۰ھ)** فرماتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، ثنا شُعْبَةُ، قَالَ مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ أَخْبَرَانِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ "يُؤَذِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ "۔ (مسند بلال بن رباح للزعفرانی: ج ۲: ص ۱۹۸، طبع مع الفوائد لابن مندہ الاصبہانی، دار الکتب علمیہ، بیروت)

اعتراض نمبر ۲ :

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان راوی "مختلط" ہے۔ اور ہیثمیؒ کا نقل کرتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان کی وہی حدیث قبول کی جائے گی، جو اس سے پرانے شاگرد، یعنی شعبہؒ، سفیان الثوریؒ، ہشام دستوائیؒ بیان کریں اور جو ان کے علاوہ شاگرد ہیں، انہوں نے حماد سے اختلاط کے بعد روایات بیان کی ہیں۔**(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۶)**

الجواب:

امام حماد بن ابی سلیمانؒ کا حال:

شیخ البانیؒ کہتے ہیں:

قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير أن حماداً وهو ابن أبي سليمان الأشعري مولاهم أبو إسماعيل الكوفي الفقيه- قد تكلم فيه بعضهم من قبل حفظه. وقال الحافظ في "التقريب ": " صدوق له أوهام ". فهو حسن الحديث على أقل الدرجات. وقد أورده الذهبي في "الميزان " ، وقال: " تكُلمَ فيه للإرجاء، ولولا ذكر ابن عدي له في "كامله " لما أوردته ". وهذا إشارة منه إلى توثيقه۔

میں کہتا ہوں یہ سند حسن ہے، اس کے تمام رواۃ ثقہ اور مسلم کے رجال ہیں، سوائے حمادؒ کے، ـــــــــــــــــ، بعض لوگوں نے انکے حافظہ پر کلام کیا ہے، حافظؒ کہتے ہیں 'صدوق لہ اوھام' پس وہ کم سے کم درجہ میں حسن الحدیث ہیں، ذہبیؒ نے انکو میزان میں ذکر کیا اور کہا ان پر ارجاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، اور اگر ابن عدیؒ نے 'الکامل' میں ان کو ذکر نہ کیا ہوتا تو میں ان کو میزان میں ذکر نہ کرتا، (شیخ البانیؒ کہتے ہیں) یہ ان کی توثیق کی طرف اشارہ ہے۔**(صحیح ابی داؤد الام: ۲ / ۲۱۷، حدیث ۳۹۸)**

غیر مقلد عالم شیخ زکریا غلام قادر پاکستانی کہتے ہیں: " وحماد هو ابن أبي سليمان وهو حسن الحديث " حماد بن ابی سلیمان حسن الحدیث ہیں۔(**ماصح من آثار الصحابہ: جلد ۱ : صفحہ ۴۸۵**)

اس سے معلوم ہوا امام حماد بن ابی سلیمانؒ خود غیر مقلدین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔

"معمر عن حماد بن ابی سلیمان" کی سند کا حال:

"معمر عن حماد" سے مروی حدیث کو حافظ عبد الغنی بن سعیدؒ(**م۴۰۹ھ**)، حافظ ابو احمد بن عدیؒ(**م۳۶۵ھ**)، امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (**۳۸۵ھ**)، حافظ ابو علی ابن السکنؒ (**م۳۵۳ھ**) ، حافظ ابو علی النیساپوریؒ(**م۳۴۹ھ**)، امام ابن مندہؒ (**م۳۹۵ھ**)، امام ابو یعلی خلیلیؒ (**م۴۴۵ھ**) اور امام حاکمؒ(**م۴۰۵ھ**)، حافظ المشرق خطیب بغدادیؒ(**م۴۶۳ھ**) اور امام، حافظ ابو طاہر السلفیؒ(**م۵۷۱ھ**) وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہیں۔

اسی طرح غیر مقلدین کے شیخ الالبانیؒ، شیخ زبیر علی زئی صاحب اور سلفی محقق شیخ حسین سلیم اسد نے بھی "معمر عن حماد "کی سند کو صحیح کہا ہیں۔ (**سنن نسائی: حدیث نمبر ۳۸۶۰**، تحقیق الالبانی، **سنن نسائی**، تحقیق زبیر علی زئی: **حدیث نمبر ۳۸۹۱**، **ذخیرۃ العقبی از شیخ** محمد بن علی الاثیوبی، **ج:۳۱: ص ۱۰۱**، **اختصار فی علوم الحدیث مترجم** زبیر علی زئی: **ص ۲۲**، **مسئلہ فاتحہ خلف الامام** از زبیر علی زئی: **ص ۵۲**، **النکت لابن حجر: ج۱: ص ۴۸۱**، **سنن دارمی: جلد ۴: صفحہ ۱۹۵۷، حدیث ۳۰۴۷**)

اسی طرح حافظ ابن حزمؒ(**م۴۵۶ھ**) نے بھی **"معمر عن حماد"** سے مروی حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے۔(**المحلی: ج۱: ص ۲۱۱، ج۳: ص ۳۴۹، ۲۸۵، ماہنامہ اہل السنہ ممبئی، ستمبر ۲۰۱۷: ش ۷۰: ص ۱۶**)

اور پھر خود غیر مقلدین کا اصول ہے کہ محدثین کی تصحیح و تحسین سے، راوی کا اپنے مختلط شیخ سے قبل الاختلاط سماع ثابت ہوتا ہے۔(**مقالات زبیر علی زئی : ج ۶ : ص ۱۳۳، دین میں تقلید کا مسئلہ : ص ۳۶**) اتنا ہی نہیں، بلکہ حافظ ذہبیؒ (**م۷۴۸ھ**) اور حافظ ابن حجرؒ (**م۸۵۲ھ**) وغیرہ نے **"معمر عن حماد"** کی سند سے مروی اقوال کو امام حماد بن ابی سلیمانؒ(**م۱۲۰ھ**) سے ثابت مانا ہے۔(**سیر اعلام النبلاء: ج۵: ص ۲۳۳، فتح الباری: ج۱: ص ۳۴۳**)

الغرض خود غیر مقلدین کے اصول سے ثابت ہوا کہ معمرؒ(**م۱۵۳ھ**) نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلیمانؒ(**م۱۲۰ھ**) سے ان کے الاختلاط سے پہلے کا سماع کیا تھا۔لہذا ظہیر صاحب کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔ پھر اس سند کی متابعات بھی موجود ہیں۔

دوسری دلیل:

امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م **۲۳۵ھ**) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكر قال: نا أسامة، عن سعيد، عن أبي معشر، عن إبراهيم، قال: «إن بلالا، كان يثني الأذان والإقامة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲: ص ۳۲۱)

اس کی سند کا حال:

۱- ابو بکر ابن ابی شیبہؒ: ثقہ حافظ۔ **(تقریب: ۳۵۷۵)**

۲- ابو اسامہؒ (حماد بن اسامۃ) : ثقہ ثبت ربما دلس۔ **(تقریب: ۱۴۸۷)**

۳- سعید بن ابی عروبہؒ: ثقہ حافظ۔ **(تقریب: ۲۳۶۵)** اور ان سے قبل الاختلاط ابو اسامہؒ نے سماع کیا ہے۔ **(مقالات زبیر علی زئی: ج۴: ص ۳۶۴)**

۴- ابو معشر زیاد بن کلیب: ثقہ۔ **(تقریب ۲۰۹۶)** ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ "من قدماء أصحاب إبراهيم" ابو معشرؒ، ابراھیم نخعیؒ کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ **(تہذیب الکمال: جلد ۳۴: صفحہ ۳۰۷)**

۵- امام ابراہیم بن یزید النخعی : ثقة إلا أنه يرسل كثيرا، ثقہ ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ **(تقریب : ۲۷۰)** ان کی جمہور محدثین کے نزدیک مراسیل حجت ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۲۵۱)**

نیز ظہیر صاحب نے امام ابراہیم نخعیؒ کی عنعنہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ لیکن محدثین نے واضح کیا کہ وہ ثقہ سے روایت کرتے تھے اور ان کی تدلیس مقبول ہے۔ **(الاجماع: ش ۳ : ص ۲۵۴، طبقات المدلسین: ص ۲۸)** نیز خود اہل حدیث مسلک کے ارشاد الحق اثری صاحب اور خبیب احمد صاحب نے بھی امام ابراہیم نخعیؒ کی عنعنہ کو قبول کیا۔ **(مقالات اثریہ: ص ۲۵۹)**

لہذا ظہیر صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سند کے بھی تمام روات ثقہ ہیں۔ نیز اگر چہ یہ سند مرسل ہے۔ لیکن حدیث صحیح، متصل اور حجت ہے۔ کیونکہ عبد الرزاق میں یہ روایت " عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ " کی سند سے آئی ہے جس کی تفصیل دلیل نمبر ۴ میں آرہی ہے۔ دلیل نمبر ۲ کے تحت حمادؒ کی متصل روایت بھی اس کے متابع میں موجود ہے۔

دلیل نمبر ۴ :

امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) نے کہا:

عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: كَانَ أَذَانُهُ، وَإِقَامَتُهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔ (مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۱۷۹۱)

رواۃ کی تفصیل:

۱- امام عبد الرزاقؒ : ثقہ حافظ۔ **(تقریب: ۴۰۶۴)**

۲- سفیان بن سعید الثوریؒ: **ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة، وكان ربما دلس۔ (تقریب: ۲۴۴۵)**

۳- ابو معشر زیاد بن کلیبؒ

۴- امام ابراہیم بن یزید النخعیؒ

۵- اسود بن یزید النخعیؒ کی توثیق گزر چکی۔

۶- بلال بن رباحؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں۔ اور (متابعات کی وجہ سے) یہ حدیث صحیح ہے۔[10]

---

[10] **اعتراض نمبر ۱ :**

اس کے بارے میں امام ابو بکر احمد بن منصور الرمادیؒ (م ۲۶۵ھ) کہتے ہیں کہ سفیان نے ابو معشر سے نہیں سنا ہے۔

دلیل نمبر ۵ :

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

الجواب نمبر ۱ :

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام سفیان ثوریؒ اور ابو معشر زیاد بن کلیبؒ دونوں کوفی ہیں، ابو معشر کے انتقال (۱۱۹ھ) کے وقت سفیان ثوریؒ تقریباً **۲۲** سال کے تھے، نیز امام ثوریؒ نے کم عمری سے حصولِ علم شروع کر دیا تھا، اس لئے امکانِ لقاء موجود ہے۔

الجواب نمبر ۲ :

نیز سعید بن ابی عروبہؒ عن ابی معشر اور اس سے پہلے معمر عن حماد کی روایت سے اس کی متابعت ہوتی ہے۔ لہٰذا متابعات کی وجہ سے اسودؒ کی یہ حدیث متصل ہوگی اور سلفی محقق شیخ نبیل سعد الدین سلیم جرار نے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔ **(الایماء إلی زوائد الأمالي والأجزاء: جلد ۲: صفحہ ۲۵، رقم الحدیث ۱۰۰۷، حاشیہ ۳)** نیز دیکھئے **(الایماء: جلد ۱، مقدمہ: صفحہ ۱۰)**

سفیان ثوریؒ کا خود دوہری اقامت کہنا:

مذکورہ بالا روایت کی متابعت اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سيد العلماء العاملين في زمانه (سیر) نے " قال عبد الرزاق: سمعت الثوري، وأذن لنا بمنى فقال: " الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله مرتين، أشهد أن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين، فصنع كما ذكر في حديث عبد الرحمن بن أبي ليلى في الأذان، والإقامة تمام مثل الحديث" مقام منیٰ میں، جہاں حاجیوں کا جم غفیر ہوتا ہے، بلا خوف تردید، دوہری اقامت کہی۔ **(مصنف عبد الرزاق: جلد ۱: صفحہ ۴۶۱، رقم ۱۷۸۸، واسنادہ صحیح)**

اعتراض نمبر ۲ :

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ سند سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ **(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۶)**

الجواب:

تدلیس کے مسئلہ پر ظہیر صاحب جیسے حضرات کا رد، سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا دفاع اور ان کی عنعنہ کو قبول خود اہل حدیث علماء نے کیا ہیں۔ **(انوار البدر: ص ۱۴۷، مقالات اثریہ: ص ۲۵۳)** لہٰذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

محمد بن خزيمة، قال: ثنا محمد بن سنان، قال: ثنا شريك، ح وحدثنا روح بن الفرج، قال: ثنا محمد بن سليمان لوين , قال: ثنا شريك، عن عمران بن مسلم، عن سويد بن غفلة، قال: «سمعت بلالا، يؤذن مثنى , ويقيم مثنى»

حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے ہوئے سنا۔ **(شرح معانی الآثار: جلد ۱: صفحہ ۱۳۴، حدیث ۸۲۸)**

اس کی سند کا حال:

۱- امام طحاویؒ **(م ۳۲۱ھ)** مشہور ثقہ، ثبت حافظ الحدیث ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۶)**

۲- محمد بن خزیمہ بن راشد ابو عمرو البصری: ثقہ۔ **(الثقات للقاسم: جلد ۸: صفحہ ۲۶۷، رقم ۹۷۰۰، التذییل کتب الجرح والتعدیل: جلد ۱: صفحہ ۲۷۰، رقم ۷۲۶)** اور ان کے متابع میں روح بن الفرج (ابو الزنباع المصری): ثقہ۔ **(تقریب: ۱۹۶۷)** موجود ہے۔

۳- محمد بن سنان (وھو العوقی): ثقہ ثبت۔ **(تقریب: ۵۹۳۵)** اور ان کے متابع میں محمد بن سلیمان لوین: ثقہ۔ **(تقریب: ۵۹۲۵)** موجود ہے۔

۴- شریک النخعی: صدوق يخطىء كثيرا ، تغير حفظه منذ ولى القضاء بالكوفة۔ **(تقریب: ۲۷۸۷)** اور وہ خود غیر مقلدین کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔[11]

۵- عمران بن مسلم (الجعفی الکوفی النخعی): ثقہ۔ **(تقریب: ۵۱۶۹)**

۶- سوید بن غفلہ: ثقہ، امام۔ (الکاشف)

---

11 مشہور سلفی محقق شیخ احمد شاکرؒ ان کی توثیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "**تكلم فيه بعضهم بغير حجة, إلا أنه كان يخطئ في بعض حديثه**" بعض لوگوں نے بلا دلیل ان پر کلام کیا ہے، ہاں اتنا ہے کہ ان سے بعض حدیثوں میں غلطی ہوئی ہے۔ **(مسند أحمد: ت شاکر: ج ۵: ص ۳۱۷، حدیث ۵۹۶۶)**، اسی طرح دوسری سلفی محقق شیخ حسین سلیم اسد دارانی، نے کئی صفحات میں شریکؒ پر بحث کی ہے، اور ان پر کی گئی تمام جروحات، تدلیس، اختلاط، سوء حفظ اور کثرت خطاء، تولیتِ قضاء پر مفصل بحث کی اور ان کا جواب دیا ہے، پھر اخیر میں ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ **(موارد الظمآن إلی زوائد صحیح ابن حبان، ت حسین أسد: جلد ۵: صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۲)**

اس روایت کے تمام راوی ثقات ہیں، شریکؒ بھی اہل حدیثوں کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔ الغرض یہ سند حسن ہے۔ نیز حضرت سوید بن غفلہؒ نے حضرت بلالؓ سے سماع کی تصریح بھی کی ہے۔[12]

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ سے اکہری اقامت کی طرح دوہرا اقامت کہنا ثابت ہے۔

بغیر ترجیع کی اذان کے ساتھ دوہری اقامت کے قائلین:

---

[12] **اعتراض:**

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند میں شریکؒ مدلس ہیں لہذا سند ضعیف ہے۔(ضرب حق)

الجواب:

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے کہا: "**کان قلیل التدلیس**" شریکؒ کم تدلیس کرتے تھے۔(**اسماء المدلسین: ص ۵۸**)، حافظ ابن العراقیؒ (**م ۸۲۶ھ**) اور حافظ ابن العجمیؒ (**م ۸۴۱ھ**) نے کہا: "**لیس تدلیسہ بالکثیر**" ان کی تدلیس زیادہ نہیں ہے۔(**المدلسین: ص ۵۸، التبیین لأسماء المدلسین ص ۳۳**) اور حافظ ابن حجرؒ (**م ۸۵۲ھ**) نے کہا: "**کان یتبرأ من التدلیس**"۔(**طبقات المدلسین: ص ۳۳**) اور قلیل التدلیس خود غیر مقلدین کے نزیک قابل قبول ہے۔(**انوار البدر: ص ۱۴۵، مقالات اثریہ: ص ۲۵۰**) لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔

حضرت بلالؓ اور حضرت سوید بن غفلہؒ کے لقاء کا ثبوت:

حضرت سوید بن غفلہؒ، نبی اکرم ﷺ کے تقریباً ہم عمر ہیں، البتہ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات میں اختلاف ہے، ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر ہوئی، ۸۲ھ میں وفات پائی، انتہائی زاہدانہ زندگی گزارنے کے باوجود قوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی ٹیک لگا کر یا کپڑا باندھ کر (حبوہ قبوہ لگا کر) بیٹھے، نہیں دیکھے گئے، وفات کے سال کنواری عورت سے نکاح کیا، حضرت ابو بکر سے ملاقات ثابت ہے، نیز کئی روایتوں میں حضرت بلالؓ سے لقاء کا صریح ثبوت موجود ہے، مثلاً:

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے: حدثنا ابن نمير عن الأعمش عن عمران عن سويد عن بلال قال: كان يسوي مناكبنا وأقدامنا في الصلاة۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۳۴**) اس اثر کو غیر مقلد عالم شیخ زکریا غلام قادر پاکستانی نے صحیح کہا ہے۔(**ما صح من آثار الصحابہ فی الفقہ: ۱/۳۶۱**)

اعتصام للشاطبی کی تحقیق میں سلفی محقق شیخ سعد بن عبد اللہ آل حمید نے 'سويد بن غفله قال سمعت بلالا' کی سند کو صحیح کہا ہے۔

وقال بلال: لا أبالي أن أضحي بكبش أو بديك (5)۔ (وفى الحاشية) (٥) : أخرجه عبد الرزاق (٨١٥٦)، وابن حزم في "المحلى" (٧/ ٣٥٨) من طريق سويد بن غفلة؛ سمعت بلالا ۔ ۔ ۔ ، فذكره ولم يذكر قوله: "بكبش". **واسناده صحيح**

اور اس طحاوی والی روایت میں سویدؒ نے سماع کی تصریح فرمائے ہے۔ لہذا یہ روایت متصل اور حسن ہے۔ واللہ اعلم

- امام ترمذیؒ فرماتے ہیں "وبه يقول سفيان الثوري، وابن المبارك، وأهل الكوفة" یہ سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۲۶۷، حدیث ۱۹۴)

- امام ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں

"وقال أبو حنيفة وأصحابه والثوري والحسن بن حي وعبيد الله بن الحسن الأذان والإقامة جميعا مثنى مثنى والتكبير عندهم في أول الأذان وأول الإقامة الله أكبر أربع مرات قالوا كلهم ولا ترجيع في الأذان وإنما يقول أشهد أن لا إله إلا الله مرتين أشهد أن محمدا رسول الله مرتين ثم لا يرجع إلى الشهادة بعد ذلك ولا يمد صوته۔

وحجتهم في ذلك حديث عبد الرحمن بن أبي ليلى قال حدثنا أصحاب محمد عليه السلام أن عبد الله بن زيد جاء إلى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله! رأيت في المنام كأن رجلا قام وعليه بردان أخضران على جذم حائط فأذن مثنى مثنى وأقام مثنى مثنى وقعد قعدة بينهما قال فسمع بذلك بلال فقام فأذن مثنى وقعد قعدة وأقام مثنى۔يشفعون الأذان والإقامة وهو قول جماعة التابعين والفقهاء بالعراق ۔قال أبو إسحاق السبيعي كان أصحاب علي وعبد الله يشفعون الأذان والإقامة۔فهذا أذان الكوفيين متوارث عندهم به العمل قرنا بعد قرن أيضا كما توارث الحجازيون في الأذان زمنا بعد زمن على ما وصفنا "

امام ابو حنیفہؒ، آپ کے شاگرد، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بن حي، اور عبید اللہ بن حسن، کہتے ہیں کہ اذان اور اقامت دونوں دوہری کہی جائیں گی، اور ان کے نزدیک اذان واقامت کے شروع میں تکبیر کے کلمات بھی چار مرتبہ کہیں جائیں گے، نیز یہ تمام حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہوگی۔

ان کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث ہے ۔۔۔۔۔۔

یہ لوگ اذان واقامت دونوں دوہری کہتے ہیں۔ یہی تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء عراق کا بھی قول ہے۔ ابو اسحاق السبیعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے کے شاگرد، اذان واقامت دوہری کہا کرتے تھے۔ پس یہی کوفہ والوں کی اذان ہے، ہر زمانہ میں ان کے یہاں اسی پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔

جیسا کہ اہل حجاز توارث کے ساتھ اس اذان پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں جو ہم نے بیان کی۔ **(الاستذکار: جلد ۱: صفحہ ۳۶۹)**

- یہی بات امام ابو عبد اللہ قرطبیؒ (**م ۶۷۱ھ**) بھی کہتے ہیں۔ **(الجامع لأحکام القرآن: جلد ۶: صفحہ ۲۲۷)**

اس سے معلوم صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ سے اس پر عمل ہو رہا ہے۔

- شیخ الاسلام، امام ابو بکر بن عیاشؒ کا قول:

سنن دار قطنیؒ میں حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے ایک راوی شیخ الاسلام مقریٔ فقیہ محدث، امام ابو بکر بن عیاش اسدیؒ، جو کوفہ کے رہنے والے ہیں، اور قرآت کے سات اماموں میں سے امام حمزہ الزیّاتؒ کے دو شاگردوں میں سے ایک ہیں ،اوران کی ولادت ۹۶ھ سے ۱۰۰ھ کے درمیان ہے، حضرت فرماتے ہیں: 'علی نحو من اذاننا الیوم' جیسے آج ہماری اذان ہے۔ **(سنن دار قطنی: جلد ۱: صفحہ ۴۵۲، حدیث ۹۳۷)**

اس سے معلوم ہوا کہ تبع تابعین کے زمانہ میں بھی کوفہ میں اسی طرح اذان واقامت ہوتی تھی۔

- سفیان ثوریؒ کا خود دوہری اقامت کہتے ہیں جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔ **(مصنف عبد الرزاق: جلد ۱: صفحہ ۴۶۱، رقم ۱۷۸۸)**

- امام قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں: اہل کوفہ دوہری اذان واقامت کہتے ہیں اور یہ بعض سلف کا قول ہے۔ **(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج ۲: ص ۲۴۱)** اس سے معلوم ہوا دوہری اذان واقامت بھی سلف کا ہی قول ہے۔

ان تمام علماء کے اقوال سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، ظہیر امن پوری نے **احناف دشمنی میں صرف اپنے مطلب کا قول** نقل امام نوویؒ سے نقل کر دیا کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں، پس وہ سب کو دو دو بار کہتے ہیں، اور یہ مذہب شاذ ہے۔ **(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۳۱)**

اس کا **جواب** ہم خود دینے کے بجائے سلفی علماء سے نقل کر دیتے ہیں:

سلفی عالم شیخ ابراہیم بن ابراہیم قریبی، امام نوویؒ کا قول نقل کر کے کہتے ہیں:

"شوکانیؒ (جو کہ غیر مقلدین کے بڑے علماء میں ہیں) کہتے ہیں کہ حنفیہ، ہادویہ، ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور اہل کوفہ کے نزدیک اقامت کے الفاظ اذان کی طرح ہیں، مع اضافہ قد قامت الصلاۃ، ان کا استدلال حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث سے ہے، جسے امام ترمذیؒ اور امام ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان واقامت دوہری تھی، اور یہی معنی حضرت بلالؓ سے بھی مروی ہے۔"

شیخ قریبی کہتے ہیں:

علماء نے اس میں علت بیان کی ہے۔

آگے شیخ قریبی کہتے ہیں:

مگر شوکانیؒ نے ان علتوں کو دفع کیا (ان کا جواب دیا) ہے، اور اس کی تائید حضرت ابو محدوذہؓ کی حدیث سے بھی کی ہے، جس میں یہ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اذان ۱۹ انیس کلمات اور اقامت ۷ اکلمات سکھائے، نیز کہتے ہیں: امام ترمذیؒ اور دوسرے محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، پس (ابو محذورہؓ کی) یہ حدیث، اس حدیث کیلئے ناسخ ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان دوہری اور اقامت اکہری کہیں، اس وجہ سے (ناسخ ہے) کیونکہ یہ (حدیث ابو محذورہ)، حضرت بلالؓ کی حدیث کے بعد ہے، اس لئے کہ حضرت ابو محذورہؓ فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور بلالؓ کو اقامت اکہری کہنے کا حکم، اذان کی مشروعیت کے شروع میں دیا گیا تھا۔

شوکانیؒ آگے کہتے ہیں:

یہ جان لینے کے بعد تم پر واضح ہو گیا کہ دوہری اقامت کی حدیثیں اس لائق ہیں کہ ان سے حجت پکڑی جائے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اور اکہری اقامت کی احادیث اگرچہ زیادہ صحیح ہیں، اسلئے کہ ان کی سندیں زیادہ ہیں، اور چونکہ وہ صحیحین میں ہیں، لیکن دوہری اقامت کی حدیثیں اضافہ پر مشتمل ہیں، پس اسے اختیار کرنا لازم ہے، خاص طور پر اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے بعض مؤخر ہیں، جیسا کہ ہم نے تمہیں بتایا۔ (امام شوکانیؒ کی بات مکمل ہوئی)

شیخ قریبی کہتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اکہری اقامت کی حدیثیں زیادہ صحیح اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور اس کے قائلین بھی جمہور علماء ہیں، امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا:

کیا ابو محذورہؓ کی حدیث حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث کے بعد نہیں ہے، اس لئے کہ ابو محذورہؓ کی حدیث فتح مکہ کے بعد کی ہے؟

اور امام احمدؒ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے (اس سفر سے، جس میں ابو محذورہؓ کو اذان سکھلائی تھی) مدینہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ کو حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی اذان پر باقی نہیں رکھا تھا؟

امام شوکانیؒ (امام احمدؒ کے اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے) کہتے ہیں:

(امام احمدؒ کا) یہ (اس استدلال) اس بات پر موقوف ہے کہ صحیح طور پر منقول ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ نے اکہری اقامت کہی، صرف امام احمد بن حنبلؒ کا کہہ دینا کافی نہیں، اور اگر یہ ثابت (بھی) ہو کہ (نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ نے اکہری اقامت کہی) تب بھی یہ ان علماء کے مذہب کی دلیل ہو گی جن کا کہنا ہے کہ (اکہری اقامت و دوہری اقامت) سب جائز ہے، اور اس کو (یعنی اکہری و دوہری اقامت، دونوں کے جواز کے قول کو) اختیار کرنا لازم ہوتا، اس لئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک چیز ایک دوسرے کے بعد کی گئی جو تمام کے جواز کا پتہ دیتی ہے نہ کہ نسخ کا۔

آگے شیخ ابراہیم قریبی کہتے ہیں:

اور میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں زیادہ سلامتی تمام (طریقہ اقامت) کے جواز کے قول میں ہے، جبکہ یہ تمام رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے، اور ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اس کو اختلاف مباح میں سے شمار کیا ہے۔

شیخ قریبی کہتے ہیں:

ابن عبد البرؒ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری ان تمام چیزوں کے جواز کے قائل ہیں جو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، اور اس (اختلاف) کو اباحت و تخییر پر محمول کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ سب جائز ہے، اس لئے کہ یہ تمام (طریقے) نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں، اور ان پر آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عمل کیا، پس جو چاہے اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے اور جو چاہے دو مرتبہ، اور جو چاہے دوہری اقامت کہے اور جو چاہے کہ اکہری، البتہ قد قامت الصلاۃ بہر حال دو مرتبہ کہا جائے گا۔ (امام عبد البرؒ کی بات پوری ہوئی)

شیخ قریبی آگے کہتے ہیں:

ابن القیمؒ نے بھی اس مسئلہ اور اس جیسے (دوسرے مسائل) کی طرف اشارہ کیا ہے جو مباح خلافات میں سے ہے، جس میں نہ کرنے والے پر سختی کی جاتی ہے، نہ چھوڑنے والے پر۔ شیخ ابرہیم قریبی کی بات ختم ہوئی۔ **(مرویات غزوہ حنین وحصار طائف: جلد ۲: صفحہ ۵۸۹، نیل الاوطار: ج ۲: ص ۵۱)** اس کتاب کو مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی نے خود شائع کیا ہے۔[13]

---

[13] **الفاظ یہ ہیں:**

قال النووي: وهذا المذهب شاذ۔

وقال الشوكاني: وذهبت الحنفية والهادوية والثوري وابن المبارك وأهل الكوفة إلى أن ألفاظ الإقامة ، مثل الأذان عندهم مع زيادة قد قامت الصلاة مرتين، واستدلوا بما في رواية عبد الله بن زيد عند الترمذي، وأبي داود، بلفظ: "كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعاً شفعاً في الأذان والإقامة ، وروي معنى ذلك عن بلال.

وقد أعلها العلماء۔

غير أن الشوكاني: دافع عنها وأيدها بحديث أبي محذورة الوارد فيه "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه الأذان تسع عشرة كلمة والإقامة سبع عشرة كلمة" قال: وهو حديث صححه الترمذي وغيره". فيكون ناسخا لحديث "أمر بلال أن يشفع الأذان ويوتر الإقامة" لتأخره عن حديث بلال، لأن أبا محذورة من مسلمة الفتح، وبلالاً أمر بإفراد الإقامة أول ما شرع الأذان۔

ثم قال: وإذا عرفت هذا تبين لك أن أحاديث تثنية الإقامة صالحة للاحتجاج كما أسلفناه۔

وأحاديث إفراد الإقامة وإن كانت أصح منها لكثرة طرقها وكونها في الصحيحين، ولكن أحاديث التثنية مشتملة على الزيادة، فالمصير إليها لازم لا سيما مع تأخر تاريخ بعضها كما عرفناك۔ إهـ

فقد تبين من هذا أن أحاديث إفراد الإقامةأصح وأكثر وأن القائلين بها هم جماهير العلماء، وقد قيل للإمام أحمد بن حنبل:

أليس حديث أبي محذورة بعد حديث عبد الله بن زيد، لأن حديث أبي محذورة بعد فتح مكة، قال: أليس قد رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة فأقر بلالاً على أذان عبد الله بن زيد.

قال الشوكاني: ولكن هذا متوقف على نقل صحيح أن بلالاً أذن بعد رجوع النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وأفرد الإقامة، ومجرد قول أحمد بن حنبل لا يكفي، فإن ثبت ذلك، كان دليلاً لمذهب من قال بجواز الكلّ ويتعين المصير إليهما؛ لأن فعل كل واحد من الأمرين عقب الآخر مشعر بجواز الجميع لا بالنسخ۔

وأقول لعل الأسلم في ذلك هو القول بجواز الكل ما دام أن الجميع قد ورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد جعله ابن خزيمة وابن حبان من الاختلاف المباح.

اسی طرح سابق مفتی مملکہ شیخ المشائخ علامہ عبد العزیز ابن بازؒ سے پوچھا گیا کہ:

ہم ایک ایسی کمپنی میں رہتے ہیں جہاں بہت سے کام کرنے والے ترک حضرات ہیں، جو مسلمان ہیں، ہمیں نماز کیلئے بلاتے ہیں، اور اذان واقامت کہتے ہیں، البتہ ان کا مؤذن، اقامت بالکل اذان کی طرح کہتا ہے۔(خلاصہ)

شیخؒ جواب میں کہتے ہیں:

اس میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو اقامت، اذان کی طرح کہے اس میں کوئی حرج نہیں (خلاصہ)۔**(فتاویٰ نور علی الدرب: جلد ۶: صفحہ ۳۴۳)**[14] اس سے معلوم ہوا کہ خود سلفی علماء کے نزدیک امام نوویؒ کے اس قول (یہ مذہب شاذ ہے) سے صحیح نہیں ہیں۔

وقال ابن عبد البر: ذهب أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه وداود بن علي، ومحمد بن جرير الطبري إلى إجازة القول بكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك وحملوه على الإباحة والتخيير، قالوا: "كل ذلك جائز لأنه قد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم جميع ذلك وعمل به أصحابه، فمن شاء قال: الله أكبر أربعا في أول الأذان، ومن شاء ثنى الإقامة, ومن شاء أفرد، إلا قوله:"قد قامت الصلاة"فإن ذلك مرتان على كل حال.إھ

وأشار ابن قيم الجوزي أيضا إلى أن هذا ونحوه من الخلاف المباح الذي لا يعنف فيه من فعله , ولا من تركه۔

[14] **الفاظ یہ ہیں:**

بيان جواز أن يأتي بلفظ الإقامة كالأذان

س: إننا نعيش في مؤسسة وكثير من العاملين فيها من الأتراك المسلمين جزاهم الله عنا خيرا، هؤلاء الأتراك مسلمون بمعنى الكلمة يحضوننا على الصلاة، ويؤذنون ويقيمون ويؤموننا في الصلاة، **لكن المؤذن عندهم يقيم الصلاة كالأذان - أي إنه يأتي بالإقامة كالأذان بالضبط** - فهل هذا جائز أم لا؟ وفقكم الله

ج: **لا حرج في ذلك**؛ لأن الأذان جاء على نوعين: نوع بالتكبير في أوله أربع والشهادتين، الشهادة مرتين مرتين، والتكبير في آخره مرتين، والحيعلة كل واحدة مرتين، وجاءت الإقامة على نحوه في حديث أبي محذورة وجاء في حديث أنس في أذان بلال الإيتار في الإقامة، فمن أوتر الإقامة فهو أفضل على حديث بلال، وإقامة بلال: الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن محمدا رسول الله حي على الصلاة، حي على الفلاح، قد قامت الصلاة قد قامت الصلاة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله.

حضرت ابو محذورہ ؓ کی حدیث سے استدلال پر ایک اعتراض اور اس کا جواب: (آذان میں ترجیع کا مسئلہ)

شیخ البانیؒ نے مذہبی تعصب کا طعنہ دے کر (الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۷-۲۰۸) اور امن پوری صاحب نے تعجب خیز دلیل کہہ کر، **(ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۹-۳۰)** یہ اعتراض کیا ہے کہ

احناف، حضرت ابو محذورہ ؓ کی حدیث سے آدھا حصہ لیتے ہیں، اور آدھا حصہ چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ ان کی حدیث میں مذکور اذان، ۱۹ کلمات پر مشتمل یعنی مع ترجیع ہے، اسکو تو نہیں لیتے، البتہ انکی اقامت جو ۱۷ کلمات پر مشتمل ہے، اس کو لے لیتے ہیں، یعنی ایک ہی حدیث کے آدھے حصہ کو لیتے ہیں اور آدھے کو چھوڑ دیتے ہیں۔

جواب:

(اول)　اس میں اصل غلطی یا تجاہل عارفانہ مسلکِ احناف کو سمجھنے میں ہے:

اذان واقامت کے باب میں احناف کی اصل دلیل 'ملَک نازل من السماء' کی اذان واقامت کی حدیث (یعنی عبد اللہ بن زید ؓ کی روایت) ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ **(م ۱۳۵۳ھ)** فرماتے ہیں "**قلت: والأجود عندي ما عبر به صاحب الهداية : أن حجتنا أذان الملك النازل من السماء وإقامته۔**" میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک صاحب ہدایہؒ کی تعبیر بہترین ہے کہ ہماری دلیل، آسمان سے اترنے والے فرشتہ کی اذان واقامت ہے۔ **(فیض الباری: جلد ۲: صفحہ ۲۰۴)**

(دوم)　علماء احناف ترجیع کو ناجائز، کلماتِ اذان میں اضافہ اور بدعت نہیں سمجھتے، بلکہ مع ترجیع اذان بھی جائز ہے، دلیل جوازِ ترجیع ابو محذورہ ؓ کی حدیث ہے، البتہ افضل بلا ترجیع اذان ہے، جو کہ ملَک نازل من السماء کی اذان ہے۔

هذا هو الأفضل كما جاء في أذان بلال وفيما رواه عبد الله بن زيد لما أري الأذان **<u>فمن أتى بالإقامة على شبه الأذان فلا بأس</u>**؛ لأن هذا جاء في حديث أبي محذورة: علمه الإقامة كما علمه الأذان عليه الصلاة والسلام فالأمر في هذا واسع من باب اختلاف التنوع، والأذان كذلك تنوع لأنه جاء فيه كما تقدم، وجاء فيه إعادة الشهادتين مرة أخرى يأتي بها بصوت خفي ليس بجهوري وليس برفيع جدا ثم يأتي برفع الصوت بذلك مرة أخرى بالشهادتين أرفع من اللفظ الأول، وهذا يسمى ترجيعا۔

- حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی تحریر فرمائی ہے: "وحاصل الكلام: أن بلالا رضي الله عنه لم يثبت عنه الترجيع في الأذان، وكذلك الملك النازل من السماء، نعم ثبت في أذان أبي محذورة، فلا بد أن يقر بالأمرين، أي الترجيع وعدمه، ويجري الكلام في الاختيار فقط "۔ **(فیض الباری: جلد ۲: صفحہ ۲۰۷، حدیث ۶۰۸)**

- شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بارک اللہ فی علمہ وعمرہ فرماتے ہیں:

"حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں اذان کے کلمات پندرہ ہیں، جس میں ترجیع نہیں ہے، اور اذان کے شروع میں تکبیر چار مرتبہ ہے، لیکن **یہ اختلاف محض افضلیت میں ہے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک بھی ترجیع جائز ہے**، اور امام سرخسیؒ اور بعض دوسرے فقہاء حنفیہ نے ترجیع کو جو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد خلافِ اولیٰ ہے اور لفظِ مکروہ بعض اوقات خلافِ اولیٰ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوجاتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ صومِ عاشوراء کو تنہا رکھنا بعض فقہاء نے مکروہ کہا ہے، لیکن اس سے مراد خلافِ اولیٰ ہے۔" **(درسِ ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۴۵۳)**

شامی میں ہے:

قال فی الدر: (ولا ترجيع) فإنه مكروه ملتقى ۔

قال ابن عابدینؒ : (قوله: فإنه مكروه ملتقى) ومثله في القهستاني، خلافا لما في البحر من أن ظاهر كلامهم أنه مباح لا سنة ولا مكروه. قال في النهر: ويظهر أنه خلاف الأولى. وأما الترجيع بمعنى التغني فلا يحل فيه اھ وحينئذ فالكراهة المذكورة تنزيهية۔ **(الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱: صفحہ ۳۸۶)**

- حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اور عبد اللہ بن زیدؓ کی روایت جو بابِ اذان میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے وہ بغیر ترجیع کے ہے، لہٰذا عدم ترجیع راجح ہے، البتہ ترجیع کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ **(انعام الباری: جلد ۳: صفحہ ۳۹۹)**

- مفتی احمد ابراہیم بیمات صاحب رحمہ اللہ فتاویٰ فلاحیہ میں فرماتے ہیں:

احناف کے نزدیک ترجیع نہ کرے، لیکن یہ صرف اولیٰ وغیر اولیٰ کا اختلاف ہے۔ **(فتاویٰ فلاحیہ: ج ۲: ص ۲۳۶)**

- سلفی عالم ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار صاحب نے بھی یہی بات احناف کی طرف منسوب کی ہے:

حكمه: اختلف الفقهاء في حكم الترجيع على ثلاثة أقوال:

القول الأول: يكره تنزيهًا. وهو رأي عند الحنفية ، وقيل بأنه الراجح عندهم. واحتجوا لذلك بأن بلالًا لم يكن يرجع في أذانه. ولأنه ليس في أذان الملك النازل من السماء.

القول الثاني: أن الترجيع سنة وهو قول عند المالكية ، وهو الصحيح عند الشافعية ورواية عند الحنابلة.

القول الثالث: أنه مباح فليس بسنة وليس بمكروه. وهو قول الحنفية والصحيح عند الحنابلة۔ **(الفقہ المیسر: جلد۱: صفحہ ۱۷۰)**

موسوعہ فقھیہ کویتیہ میں بھی احناف کا یہی موقف نقل کیا گیا ہے۔[15]

غور فرمائیں:

ان عبارتوں سے واضح ہو رہا ہے کہ احناف نے حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث کی ترجیع والی بات کو بالکل ترک کر دیا ہو، ایسا نہیں ہے، بلکہ حدیث ابی محذورہؓ کی وجہ سے علماء احناف بھی ترجیع کے جواز کے قائل ہیں، البتہ اسے خلافِ اولیٰ سمجھتے ہیں۔

لہذا شیخ البانیؒ اور دیگر کا علماء احناف کو مذہبی تعصب کا طعنہ دینا درست نہیں ہے۔

(سوم) ترجیع سے متعلق احناف کا جو موقف (جائز، مگر خلاف اولیٰ) ہے، یہی موقف، سلفی علماء کرام کا بھی ہے:

(۱) سعودیہ کے بڑے علماء میں سے ایک بڑے عالم، شیخ عبد اللہ البسامؒ تحریر فرماتے ہیں:

---

[15] **الفاظ یہ ہیں:**

الترجيع في الأذان:

١١ - الترجيع هو أن يخفض المؤذن صوته بالشهادتين مع إسماعه الحاضرين، ثم يعود فيرفع صوته بهما۔

<u>وهو مكروه تنزيها في الراجح عند الحنفية؛ لأن بلالا لم يكن يرجع في أذانه، ولأنه ليس في أذان الملك النازل من السماء۔</u>

وهو سنة عند المالكية وفي الصحيح عند الشافعية؛ لوروده في حديث أبي محذورة، وهي الصفة التي علمها له النبي صلى الله عليه وسلم، وعليها السلف والخلف۔

وقال الحنابلة: إنه مباح ولا يكره الإتيان به لوروده في حديث أبي محذورة. وبهذا أيضا قال بعض الحنفية والثوري وإسحاق ، وقال القاضي حسين من الشافعية: إنه ركن في الأذان۔ (**الموسوعہ الفقھیہ الکویتیہ : ۲/۳۶۰**)

"الأفضل ترك الترجيع"

افضل ترک ترجیع ہے۔ **(توضیح الاحکام من بلوغ المرام: جلد ۱: صفحہ ۵۱۲، مایؤخذ من الحدیث، رقم ٦)** اور حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے مستفاد باتوں کے ضمن میں فرماتے ہیں: "۵ - مشروعية الترجيع" (ترجیع کی مشروعیت[جواز])۔ **(توضیح الاحکام من بلوغ المرام: جلد ۱: صفحہ ۵۱۵، مایؤخذ من الحدیث، رقم ۵)**

غور فرمایئے!

شیخ بسامؒ حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے ترجیع کی "مشروعیت" اخذ کر رہے ہیں، "سنّیت" نہیں، نیز یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ افضل ترک ترجیع ہے۔

(۲) اسی طرح سعودیہ کے بڑے علماء میں سے ایک اور بڑے عالم، شیخ عبد العزیز راجحی لکھتے ہیں:

" وأما أذان بلال فليس فيه ترجيع، وأذان بلال أفضل؛ لأنه كان هو الذي يؤذن به بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم، وإذا عمل بأذان أبي محذورة فلا حرج "

بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں، بلالؓ کی اذان افضل ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے وہی اذان دیا کرتے تھے، البتہ اگر ابو محذورہؓ کی اذان پر عمل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ **(فتاویٰ متنوعہ: ۸/۱۳)**

(۳) اسی طرح سعودیہ کبارِ علماء میں سے ایک اور بڑے عالم، شیخ عبد اللہ بن جبرین تحریر فرماتے ہیں:

"ونحن نقول: لا بأس بذلك، ولكن أذان بلال الذي ليس فيه ترجيع أصح، فإنه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يأمره بالترجيع"

ہم کہتے ہیں اس (یعنی ترجیع) میں کوئی حرج نہیں، لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی اذان جس میں ترجیع نہیں ہے، زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، لیکن آپ ﷺ نے ان کو ترجیع کا حکم نہیں فرمایا۔ **(شرح عمدۃ الاحکام لابن جبرین: ۴/۱۰)**

(۴) سابق مفتی مملکہ، شیخ عبد العزیز ابن بازؒ اپنے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

"هذا يقال له: الترجيع وهذا علمه النبي صلى الله عليه وسلم أبا محذورة رضي الله عنه وكان يؤذن به في مكة رضي الله عنه، فمن فعله فلا بأس، فهو نوع من أنواع الأذان الشرعي، ولكن الأفضل هو أذان بلال رضي الله عنه الذي كان يؤذن به بين يدي النبي عليه الصلاة والسلام، كان بلال رضي الله عنه يؤذن

بدون ترجيع بين يدي النبي عليه الصلاة والسلام في المدينة حتى توفاه الله، وكلا النوعين بحمد الله مشروع إلا أن الأفضل هو ما كان يفعل بين يديه عليه الصلاة والسلام وهو عدم الترجيع، ومن رجع فلا بأس“

۔۔۔۔۔۔اس کو ترجیع کہتے ہیں، یہ نبی کریم ﷺ نے ابو محذورہؓ کو سکھلائی تھی، آپؓ اس طرح مکہ میں اذان دیا کرتے تھے، پس جو ایسے (ترجیع کے ساتھ) اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ بھی شرعی اذان کی قسموں میں کی ایک قسم ہے، لیکن افضل بلالؓ کی اذان ہے، جو اذان وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دیا کرتے تھے، بلالؓ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے روبرو بدون ترجیع اذان دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، الحمد للہ (اذان کی) دونوں قسمیں (مع ترجیع و بدون ترجیع) مشروع ہیں، لیکن افضل وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے روبرو کیا جاتا تھا اور وہ عدم ترجیع ہے، اور اگر کوئی ترجیع کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ **(فتاویٰ نور علی الدرب:۶/۳۱۷)**

ان تمام سلفی کبارِ علماء کے فتاویٰ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ابو محذورہؓ کی ترجیع والی اذان کے مقابلہ میں، حضرت بلالؓ کی اذان، جو بغیر ترجیع کے تھی، افضل ہے، یہی بات علماء احناف بھی کہتے ہیں۔

(چہارم)　علماء احناف حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے ترجیع کی سنّیت اخذ کرنے کے بجائے، جواز اخذ کرنے کی، جو وجہ ذکر کرتے ہیں، وہی وجہ سلفی علماء بھی ذکر کرتے ہیں:

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے: ”یہ ترجیع ہے، جو حنفیہ کے نزدیک اذان میں سنت نہیں ہے، یہ ابو محذورہؓ کی حدیث میں وارد ہے، **ان کو آنحضرت ﷺ نے بغرضِ تعلیم شہادتین کے اعادہ کا حکم فرمایا تھا**، اور حضرت بلالؓ کی اذان اور ملکِ نازل من السماء کی اذان میں ترجیع نہ تھی، اس پر حنفیہ کا عمل ہے“۔ **(فتاویٰ دار العلوم: جلد اول: صفحہ ۷۴)**

یہی بات سلفی عالم شیخ محمد عریفی حفظہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

سوال - أيهما أفضل في الأذان الترجيع أم عدمه؟

ج: الأفضل عدم الترجيع،وذلك لأنه لم يذكر إلاّ في حديث محتمل وهو حديث أبي محذورة وفيه «أنّ النبي صلى الله عليه وسلم علّمه الأذان وذكر له الترجيع فيه» **ولكن الذي نرى أنّ النبي صلى الله عليه وسلم ذكر له الترجيع تلقينا له بالشهادة لأنه كان حديث عهد بإسلام فأراد أن تستقرّ الشهادتان في قلبه**۔ **(المفيد فی تقریب أحکام الاذان: ۱/۳۴)**

(سوال)　اذان میں کیا افضل ہے ترجیع یا عدم ترجیع؟

جواب:　افضل عدم ترجیع ہے، اسلئے کہ ترجیع کا تذکرہ صرف **ایک محتمل حدیث** میں ہے، وہ حدیث ابی محذورہؓ ہے،

اس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان کی تعلیم دی اور اس میں ترجیع کا ذکر کیا، **لیکن ہمارا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے ترجیع کا تذکرہ شہادت کی تلقین کی غرض سے کیا، اسلئے کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ شہادتین ان کے دل میں راسخ ہو جائیں۔**

معلوم ہوا:

بالترجیع اذان کے، خلاف اولیٰ ہونے کے قائل، صرف علماء احناف نہیں بلکہ بڑے بڑے سلفی علماء کرام بھی ہیں، اور حدیث ابی محذورہؓ کا جو محمل احناف بیان کرتے ہیں، وہی محمل سلفی علماء نے بھی بیان کیا، لیکن شیخ البانیؒ نے ہدفِ ملامت صرف احناف اور شوافع کو بنایا۔

حضرت شیخ البانیؒ اور امن پوری صاحب کو–جو ترجیع کی سنیت کے قائل ہیں–چاہیے تھا کہ وہ پہلے سلفی کبارِ علماء پر رد فرماتے، پھر احناف و شوافع کو مذہبی تعصب کا طعنہ دیتے، بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ شیخ البانیؒ، حکومتِ سعودیہ سے درخواست فرماتے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں ترجیع کے ساتھ، اور مدینہ منورہ میں بغیر ترجیع کے اذان ہوتی تھی اب بھی اسی پر عمل کرکے ایک مہجور سنت کو زندہ کیا جائے۔

امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کی عبارت اور اس کا جواب:

ظہیر صاحب ایک قول امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کا ذکر کیا کہ:

"نبی کریم ﷺ سے اذان واقامت دو ہی طرح ثابت ہے، بغیر ترجیع اذان کے ساتھ اکہری اقامت اور مع ترجیع اذان کے ساتھ دوہری اقامت، لیکن بغیر ترجیع کی اذان کے ساتھ دوہری اقامت کا حکم کرنا، نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں"۔(خلاصہ) **(ضرب حق: ش۱۱: ص۳۰)**

اس کے جوابات درجِ ذیل ہیں:

(الف)　اس قول کا سلف صالحین اور فقہاء امصار میں سے کوئی قائل نہیں:

شافعیہ اور مالکیہ اذان میں ترجیع کی سنیت اور اکہری اقامت کے قائل ہیں، جبکہ حنفیہ، حنابلہ اور خود سلفی علماء، اذان میں ترجیع وعدم ترجیع، اور اکہری ودوہری اقامت تمام کے جواز کے قائل ہیں، البتہ علماء حنفیہ اور سلفی علماء میں صرف اتنا فرق ہے کہ حنفیہ دوہری اقامت افضل سمجھتے ہیں جبکہ سلفی علماء اکہری اقامت۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "وقيل لم يقل بهذا التفصيل أحد قبله" کہا گیا ہے کہ امام ابن خزیمہؒ سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کہی (یعنی سلف میں سے کوئی اس کا قائل نہیں)۔ **(فتح الباری: ۲/۸۴)**

البتہ غیر مقلدین کی شذوذ پسندی، اور بعض احناف نے انہیں اس قول کو اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے غیر مقلدین کے دعوائے سلفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(ب) حدیثی ناحیہ سے اسکا جواب، ہم خود دینے کی بجائے غیر مقلدین کے محدث العصر سے ہی نقل کر دیتے ہیں:

قلت: وفيما قاله ابن خزيمة نظر لأن الحديث الثاني - وهو حديث عبد الله ابن زيد الأنصاري في الرؤيا - فيه تثنية الإقامة وليس فيه الترجيع اتفاقا ------- فكيف يقال: إن تثنية الأذان بلا ترجيع مع تثنية الإقامة لم تثبت عنه صلى الله عليه وسلم؟ مع أن ابن خزيمة ممن روى ذلك كما سبق في الأذان۔

"امام ابن خزیمہؒ کا یہ قول محلِ نظر ہے، اس لئے کہ یہ خود ان کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے، (ان کے اس قول کے محل نظر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی روایت میں اذان بالاتفاق بلاترجیع ہے اوراسکے ساتھ اقامت دوہری منقول ہے، لہذا یہ کہنا کہ " بلاترجیع اذان کے ساتھ دوہری اقامت، نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں" محلِ نظر ہے۔ **(الثمر المستطاب: ج۱: ص ۲۰۹)**

اخیراً:

یہ مسئلہ حلال وحرام یا جائز وناجائز کا نہیں تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ اولیٰ وخلاف اولیٰ کا تھا، مگر غیر مقلدین کے مشہور محدث، شیخ زبیر علی زئی صاحب کے شاگرد غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب نے حق وخلاف حق، اور اہل حق وبعض الناس کا مسئلہ بنا کر اسے پیش کیا، علامہ ابن تیمیہؒ کے چند جملہ لکھ کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں:

------- فالصواب مذهب أهل الحديث، ومن وافقهم، وهو تسويغ كل ما ثبت في ذلك عن النبي - صلى الله عليه وسلم -. لا يكرهون شيئا من ذلك، إذ تنوع صفة الأذان والإقامة، كتنوع صفة القراءات والتشهدات،

ونحو ذلك، وليس لأحد أن يكره ما سنه رسول الله - صلى الله عليه وسلم – لأمته. وأما من بلغ به الحال إلى الاختلاف والتفرق حتى يوالي ويعادي ويقاتل على مثل هذا ونحوه مما سوغه الله تعالى، كما يفعله بعض أهل المشرق، فهؤلاء من الذين فرقوا دينهم، وكانوا شيعا.

۔۔۔۔پس صحیح مذہب اہل حدیث اور ان کے موافقین کا ہے، اور وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے جو کچھ ثابت ہے، تمام کی گنجائش ہے، اس میں سے وہ کسی چیز کو مکروہ نہیں سمجھتے، اس لئے کہ اذان و اقامت کے الگ الگ طریقے قرآت اور تشہد کے مختلف طریقوں کی طرح ہیں، اور کسی کو یہ حق نہیں کہ اس چیز کو ناپسند کرے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کیلئے سنت قرار دیا ہے۔

اور جو اختلافات و تفرقہ بازی میں یہاں تک پہنچ جائے کہ اس جیسے مسائل جس میں اللہ تعالی نے گنجائش دی ہے، دوستی، دشمنی اور لڑائی جھگڑے کرے، جیسے کہ بعض اہل مشرق کرتے ہیں، تو یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ **(الفتاویٰ الکبریٰ: جلد ۲: صفحہ ۴۲)**

اس سے غلام مصطفی ظہیر امن پوری اور ان جیسے نام نہاد محققین کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح فتنہ فساد سے محفوظ رکھے، ایمان و اعمال صالحہ کی زندگی اور شہادت کی موت عطاء فرمائیں۔

آمین و صلی اللہ و سلم علی سیدنا و نبینا محمد و علیٰ آلہ و أصحابہ اجمعین۔

امام حسن بن صالح بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۹ھ) کے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثبت ہیں۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

حافظ المغرب، امام ابو عمر ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ

(حدثنا ابو یعقوب) حدثنا إسحاق بن أحمد الحلبي قال نا سليمان بن يوسف قال نا يحيى بن آدم قال سمعت الحسن بن صالح يقول كان النعمان بن ثابت فهما عالما متثبتا في علمه إذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده إلى غيره

(ثقہ، امام) یحیی بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۹ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: کہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ عقلمند عالم تھے، اپنے علم میں ثبت [مضبوط] تھے۔ جب امام صاحبؒ کے نزدیک رسول ﷺ کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی، تو کسی اور کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ **(الانتقاء: ص ۱۲۸)**

اس روایت کے روات کی تفصیل یہ ہیں:

۱- حافظ المغرب، امام ابو عمر ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) اور

۲- محدث مکہ، ابو یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی المکیؒ (م ۳۸۸ھ) وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔ دیکھئے، **(دوماہی مجلہ الاجماع: شمارہ ۳: ص ۲۸۴)**

۳- ابو یعقوب، اسحاق بن احمد الحلبیؒ (م ۳۲۱ھ) بھی ثقہ، صدوق راوی ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۳۶، الدلیل المغنی: ص ۱۴۸)**

۴- حافظ سلیمان بن سیف الحرانیؒ (م ۲۷۲ھ) سنن نسائی کے راوی ہے اور مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۵۷۱)**

۵- حافظ یحیی بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) صحیحین کے راوی ہے اور ثقہ، فاضل ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۴۹۶)**

۶- امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۹ھ) صحیح مسلم کے راوی ہے اور ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۲۵۰)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس کی سند صحیح ہے اور امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۹؁ھ) کے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) ثبت (یعنی مضبوط) ہیں۔ والحمدللہ

حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) کی توثیق اور زبیر علی زئی صاحب کا دھوکا۔

تحقیق: مولانا اعجاز اشرفی صاحب

ترتیب و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

مشہور حافظ الحدیث قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) کی مندرجہ ذیل محدثین کرام، فقہاء اور علماء نے توثیق یا تعریف کی ہیں :

(۱) حافظ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ) نے کہا : "الشيخ الفاضل المحدث الكامل الاوحد"۔ (مقدمہ الایثار بمعرفة الآثار بحوالہ **الضوء اللامع: ج ۶: ص ۱۸۵**)

اور کہا: "**الإمام العلامة المحدث الفقيه الحافظ**"۔ (**الضوء اللامع: ج ۶: ص ۱۸۵**)

نیز خود حافظ ابن حجرؒ نے حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ سے استفادہ کیا، چناچہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ "**وقال قراءة علی و تحرير افأفاد ونبه على مواضع الحقت في هذا الاصل فزاته نورا**" حافظ قاسمؒ نے میرے سامنے اس کی (یعنی الإيثار بمعرفة رواة الآثار کی) قراء ت کی اور اس نے اس قراء ت کو تحریر کیا۔ پس اس نے استفادہ کیا اور کئی مقامات پر اس نے مجھے آگاہ بھی کیا۔ میں نے اس اصل (کتاب الإيثار بمعرفة رواة الآثار) میں اس کو شامل بھی کیا۔ پس اس نے اس کے نور کو اور زیادہ کیا ہے۔ (**الضوء اللامع: ج ۶: ص ۱۸۵**)

(۲) حافظؒ کے شاگرد، حافظ المذہب، امام سعد الدین ابن الدیریؒ (م ۸۶۷ھ) نے کہا: " **الشيخ العالم الذكي**"۔ (**الضوء اللامع: ج ۶: ص ۱۸۵**)

(۳) ابن العماد الحنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے کہا: "**الشيخ العلّامة المفنّن العلّامة الشمس و بالجملة فهو من حسنات الدّهر، رحمه الله تعالى**"۔ (**شذرات الذہب: ج ۹: ص ۴۸۷-۴۸۸، ج ۱۰، ص ۲۱۷، ۳۵**)

(۴) مؤرخ زین الدین الملطیؒ (م ۹۲۰ھ) نے کہا: "**الفقيه المحدّث**"۔ (**نيل الأمل في ذيل الدول: ج ۷: ص ۱۰۲**)

(۵) فقیہ شمس الدین ابن الغزیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے کہا: "**الإمام العلامة الفقيه**"۔ (**ديوان الإسلام: ج ۴: ص ۴۱**)

(٦)　امام، حافظ سخاویؒ **(٩٠٢ھ)** نے کہا: "**وهو امام، علامة قوى المشاركة فى فنون، ذاكر لكثير من الادب ومتعلقاته، واسع الباع فى استخضار مذهبه، وكثير من زواياه وخباياه، متقدم فى هذا الفن، طلق اللسان قادر على المناظرة وافحام الخصم**" حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ امام، علامہ، بہت سے علوم وفنون میں دوسروں سے سبقت کرنے والے علم ادب اور اس کے متعلقات کے بڑے ماہر اور مستحضر تھے، اپنے مذہب کے استحضار میں وسیع قدرت رکھنے والے تھے، اس کی باریکیوں تک سے واقف تھے، اس فن میں سب سے متقدم، قادرالکلام، مناظرہ میں بڑے قدرت کے مالک، اور مخالفین کو دلائل سے خاموش کردینے والے تھے۔**(الضوء اللامع:ج٦ص١٨٧/١٨٨)**

نیز کہا کہ "**وقد انفرد عن علماء مذهبه الذين ادركناهم بالتقدم فى هذا الفن وصار بينهم من اجلة شأنه مع توقف الكثير منهم فى شأنه وعدم انزاله منزلته**" علامہ قاسم ابن قطلوبغاؒ اس فن کے علمائے کرام (جن کو ہم نے پایا ہے) سے سبقت لے جانے میں منفرد ہیں، اور اپنی جلیل القدر شان کے ساتھ سب سے ممتاز ہیں، جب کہ بہت سے علماء کرام کی شان کے بیان کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے اور ان کی قدر ومنزلت کو کم نہیں کرتے تھے۔**(الضوء اللامع:ج٦ص١٨٨)**

یہ بھی کہا کہ "**وعرف بقوة الحافظة والذكاء واشير اليه بالعلم، واذن له غير واحد بالافتاء والتدريس**" قاسمؒ قوتِ حافظہ اور ذکاوت میں مشہور و معروف تھے، ان کی طرف علم کا اشارہ کیا جاتا تھا، بہت سے علماء نے ان کو فتویٰ اور تدریس کی اجازت دی تھی۔**(الضوء اللامع:ج٦ص١٨٥)**

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب میں کہا کہ "**العلامة، الاوحد، الحافظ احد الاعيان، ممن تصدى للعلم اقراء او تصنيفا وارشادا، فكثرت طلبة وتصانفية، واجتمع فيه من المحاسن ماتفرق فى غيره، وترجع على غيره من علماء مذهبه هذا الشان والتوسع فى الادب وحسن المحاضرة مع تقدم من لم يبلغ شاوه عليه**" قاسم بن قطلوبغاؒ بہت بڑے علامہ، یکتائے زمانہ، حافظ، مقتدا، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، اور دعوت وارشاد کے ذریعہ علم کی اشاعت کرنے والے، طلبہ کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کی تصانیف کی تعداد بھی کثیر ہیں، ان کی ذات میں اتنے محاسن ہیں جو دوسروں میں یکجا نہیں ہیں، ان خوبیوں اور ادب وعلم کے استحضار کی خوبی کی وجہ سے علمائے احناف ان کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان کی شان کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔**(وجیز الکلام:ج٢:ص٨٥٩)**

(۷) قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے کہا: **"اخذعنه الفضلاء فی فنون کثیرة، وصار المشار الیه فی الحنفیة، ولم یخلف بعده مثله"** علامہ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ علماء نے بہت زیادہ فنون حاصل کئے ہیں، احناف میں ان کی ذات مرجع خاص و عام ہے، ان کے بعد ان جیسا بعد میں پیدا نہیں ہوا ہے۔**(البدر الطالع: ج ۲ ص ۴۵، ۴۶)**

(۸) مؤرخ نجم الدین الغزیؒ (م ۱۰۶۱ھ) نے کہا: **"الشیخ العلامة الإمام المحدث"**۔**(الکواکب السائرة: ج ۱: ص ۱۰۱، ۱۲)**

(۹) علامہ عبدالحئی الکتانیؒ (م ۱۳۸۲ھ) نے کہا: "الامام الحافظ" ۔(فھرس فھارس: ج ۲، ص ۹۷۲)

(۱۰) فقیہ ابن نجیم المصریؒ (م ۹۷۰ھ) نے کہا: **"الشیخ الْعَلَّامَةُ الرَّئِیسُ"**۔**(البحر الرائق: ج ۳: ص ۲۵۰، ج ۶: ص ۴۷)**

(۱۱) ابن ایاسؒ (م ۹۳۰ھ) نے کہا : "کان عالما فاضلا فقیها محدثا کثیر النوادر، مفتیا من اعیان الحنفیة و کان نادرة عصره" حافظ قاسمؒ بڑے عالم، فاضل، فقیہ اور محدث تھے۔ احناف کے چوٹی کے مفتیان کرام میں سے تھے، اپنے زمانے کے نابغہ ء روزگار تھے۔**(بدائع الزهور في وقائع الدهور: ج ۳: ص ۹۷)**

(۱۲) امام تقی الدین المقریزیؒ (م ۸۴۵ھ) نے کہا: **"برع في فنون من فقه و عربية و حديث و غير ذلك و كتب مصنفات عديدة"**۔**(الضوء اللامع: ج ۶: ص ۱۸۹)**

(۱۳) حافظ رضوان بن محمد القاہریؒ (م ۸۴۵ھ) نے کہا: "من حذاق الحنفية، کتب الفوئد، و استفاد و افاد" قاسمؒ احناف میں بڑے ماہر فن تھے، بڑی مفید کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے استفادہ کیا بھی ہے اور لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا بھی ہے۔**(الضوء اللامع ج: ۶ ص: ۱۸۵)**

(۱۴) امام احمد بن محمد بن عمر ابن الحمصیؒ (م ۹۳۴ھ) نے کہا: "الشیخ الامام العلامه المفنن المحقق زین الدین قاسم بن قطلوبغا۔۔۔ لم یخلف بعده حنفیا مثله رحمة الله تعالی"۔**(حوادث الزمان: ج ۱: ص ۲۰۵-۲۰۶)**

(۱۵) مشہور فقیہ امام ابن عابدین نے کہا: **"الحافظ الذین انتهت إلیه رئاسة مذهب أبي حنیفة في زمنه الشیخ قاسم الحنفي"**۔**(رد المحتار علی الدر المختار: ج ۱: ص ۵۳)**

معلوم ہوا کہ ان فقہاء و محدثین سے آپؒ کی توثیق و ثناء ثابت ہے۔

حافظ الحدیث امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م۸۷۹ھ) ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہے:

حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م۸۷۹ھ) کی حدیث اور علوم حدیث، جرح وتعدیل میں بے شمار تصانیف موجود ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپؒ جرح وتعدیل اور علوم الحدیث کے ماہر اور امام تھے۔

مؤلفات الامام قاسم بن قطلوبغا في علوم الحديث وشروحه :

١ – مسند عقبة بن عامر الجهنى ۔

٢ – منتقى من منتقى ابن الجارود ۔

٣ – عوام حديث الليث بن سعد ۔

٤ – الأجوبة عن اعتراضات البخارى على أبى حنيفة ۔

٥ – الأجوبة عن اعتراض ابن أبى شيبة على أبى حنيفة في الحديث ۔

٦ – الأمالى على مسند أبى حنيفة ، (رواية الحارثى)

٧ – الامالى على مسند عقبة بن عامر رضى الله عنه

٨ – ترتيب مسند أبى حنيفة لابن المقرى ، على بن محمد الفزارى۔

٩ – تبويب مسند أبى حنيفة ، للحارثى ۔

١٠ – ترجمة ذى النون المصرى وعوالى حديثه ۔

١١ – ترصيع الجوهر النقى فى تلخيص سنن البيهقى ۔

١٢ – تعليقة على شرح نخبة الفكر ، لتقى الدين الشمنى ۔

١٣ – تعليقة على الموطأ (برواية محمد بن الحسن)

١٤ – تعليقة على مسند الفردوس للديلمى ۔

١٥ – حاشية على فتح المغيث بشرح ألفية الحديث ، للحافظ العراقى ۔

١٦ – حاشية على مشارق الأنوار ۔

١٧ – حاشية على نزهة النظر۔

١٨ – زوائد سنن الدارقطنى في مجلد

١٩ – شرح غريب أحاديث شرح الأقطع على القدورى ۔

۲۰ - شرح قصيدة ابن فرح الإشبيلى (القصيدة الغرامية)

۲۱ – شرح كتاب جامع المسانيد لأبى المؤيد الخوارزمى ۔

۲۲ – شرح مصابيح السنة للبغوى ۔

۲۳ – شرح منظومة ابن الجزرى فى الحديث ۔

۲۴ – عوالى حديث أبى جعفر الطحاوى ۔

ثالثاً : علم الرجال :

۲۵ – أسئلة الحاكم للدارقطنى ، (جمع وترتيب)

۲۶ – الاهتمام الكلى بإصلاح ثقات العجلى ۔

۲۷ – الإيثار برجال معانى الآثار۔

۲۸ – تاج التراجم (فيمن صنف من الحنفية)

۲۹- تراجم مشايخ شيوخ العصر ، (لم يتم)

۳۰ – تراجم مشايخ المشايخ ۔

۳۱ – ترتيب الإرشاد فى علماء البلاد۔

۳۲ – ترتيب التمييز للجوزقانى ۔

۳۳ – تقويم اللسان فى الضعفاء ۔

۳۴ – الثقات ممن لم يقع فى الكتب الستة ۔

۳۵ – حاشية على تقريب التهذيب لابن حجر۔

۳۶ – حاشية على مشتبه النسبة لابن حجر۔

۳۷ – رجال كتاب الآثار لمحمد بن الحسن ۔

۳۸ – رجال مسند أبى حنيفة (لابن المقري)

۳۹ – رجال المؤطأ، براوية محمد بن الحسن ۔

۴۰ – زوائد رجال سنن الدارقطنى على الستة ۔

۴۱ – زوائد رجال المو طأ ۔

۴۲ – زوائد رجال مسند الإمام الشافعى ۔

۴۳ – زوائد العجلی ۔

۴۴ – معجم الشیوخ ۔

۴۵ – من روی عن أبیه عن جده۔

ثالثاً: التخریج :

۴۶ – تخریج عوالی القاضی بکار۔

۴۷ – التعریف و الإخبار بتخریج أحادیث الاختیار۔

۴۸ – منیة الألمعی بما فات الزیلعی۔

۴۹ – إتحاف الأحیاء بما فات من تخریج أحادیث الإحیاء ۔

۵۰ – بغیة الرائد فی تخریج أحادیث شرح العقائد (النسفیة)

۵۱ – تخریج أحادیث بدایة الهدایة ۔

۵۲ – تخریج أحادیث جواهر القرآن للغزالی ۔

۵۳ – تخریج أحادیث الأربعین فی أصول الدین ۔

۵۴ – تخریج أحادیث تفسیر أبی اللیث (السمرقندی)

-۵۵ تخریج أحادیث شرح القدوری للأقطع۔

۵۶ – تخریج أحادیث الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض ۔

۵۷ – تخریج أحادیث عوارف المعارف ۔

۵۸ – تخریج أحادیث الفرائض للسجاوندی ۔

۵۹ – تخریج أحادیث کنز الوصول إلی معرفة الأصول للبزدوی ۔

۶۰ – تخریج أحادیث منهاج العابدین ، للغزالی ۔[16]

---

[16] تفصیل کے لئے دیکھئے : **تخریج احادیث البزدوی للامام قاسم: ص۲۳**، طبع دار کنوز اشبیلیا، **التصحیح و الترجیح علی مختصر القدوری: ص۵۳**، طبع دار الکتب علمیہ بیروت۔

محدث قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) پر جرح کی اصل وجہ:

حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفیؒ (م ۸۷۹ھ) کی احادیث اور رجال پر کافی گہری نظر تھی ،جو ان کی تحقیقات سے عیاں ہے۔ محدث قاسمؒ نے "تخریج احادیث الاختیار لتعلیل المختار" میں مصنف بن ابی شیبہ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔ جس میں تحت السرہ کے الفاظ موجود تھے۔

دیکھئے **التعریف والاخبار بتخریج احادیث الاختیار ،ج:۱ص:۳۱۴۔ تحت رقم الحدیث : ۱۶۸،** مصنف حافظ قاسم بن قطلوبغا (م ۸۷۹ھ) مطبوعہ :جامع ام القری ، مکۃ المکرمۃ

چونکہ اہل حدیثوں کو اس بات کا انکار کرنا تھا،اس لئے زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب **"نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص: ۲۷"** پر محدث مؤرخ حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفیؒ کو بحوالہ علامہ بقاعیؒ کذاب لکھا۔

امام بقاعیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ :

برہان الدین بقاعیؒ (م ۸۸۵ھ) محدث کبیر حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) پر جرح کرتے ہیں :

"وکان مفننا فی علوم کثیرۃ الفقہ والحدیث والاصول وغیرھا ولم یخلف بعدہ حنفیا مثلہ الا انہ کان کذابا لا یتوقف فی شیئ یقولہ فلا یعتمد علی قولہ" حضرت قاسم بن قطلوبغاؒ بہت سے علوم وفنون خصوصاً فقہ ،حدیث ،اصول وغیرہ میں ماہر تھے۔احناف میں ان کے بعد ان جیسا پیدا نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ وہ کذاب تھے۔وہ کسی چیز کے کہہ دینے میں توقف نہیں کرتے تھے۔پس ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ **(الضوء اللامع لاہل القرآن التاسع للسخاوی ج:۶ص:۱۸۶)**

لیکن یہ جرح کئی وجوہات سے قابل قبول نہیں ہے۔

(۱) یہ جرح خارجی وجہ سے کی گئی ہے۔اور وجہ یہ ہے کہ بقاعیؒ (م ۸۸۵ھ) نے ابن عربی اور ابن الفارض کی تکفیر کی۔ محدث قاسم بن قطلوبغاؒ نے ابن عربی اور ابن الفارض کا خوب دفاع کیا ہے۔علامہ بقاعیؒ کو جب علم ہوا تو محض ابن عربیؒ کا دفاع کرنے کی وجہ سے بقاعیؒ نے حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ کو کذاب کہا۔ جس کی پوری تفصیل شیخ محمد المحاسن یعقوبی نے **(التعریف والاخبار:ج:۱:ص ۷۵-۷۷)** پر بیان کی ہے۔لہذا یہ جرح آپسی اختلاف اور خارجی سبب کی وجہ ہوئی،جو کہ اصول جرح وتعدیل بلکہ غیر مقلدین کے اصول سے بھی باطل ومردود ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: شمارہ ۴: ص ۵۹۔**

اس کی تائد اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود بقاعیؒ نے حافظ قاسمؒ کی تعریف وثناء کی ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارت اپر گزر چکی۔ نیز ابن حماد الحنبلیؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بقاعیؒ نے اپنی کتاب "**عنوان الزمان**" میں کہا کہ "**شاع ذكره, وانتشر صيته, وأثنى عليه مشايخه, وصنّف التصانيف المفيدة**"۔ (**شذرات الذہب: ج۹: ص۴۸۷**)

اس سے صاف ظاہر ہوتا کہ وہ خود پہلے ان ثناء ومدح کے قائل تھے۔ لیکن بعد میں ایک خارجی سبب ابن عربی وغیرہ کے مسئلہ کی وجہ سے ان انہونے قاسمؒ پر کلام کیا۔ جو غیر مقبول اور مردود ہے۔

(۲) یہی وجہ ہے کہ ان کی اس جرح کو محدثین اور علماء نے قبول نہیں کیا۔

- حافظ سخاویؒ (**م ۹۰۲ھ**) اس جرح کا رد کرتے ہوئے کہا: کہ "**بالغ في أذيته**" بقاعیؒ نے ان کی معاملہ میں مبالغہ کیا۔

- یمن کے مشہور سلفی عالم شیخ شادی بن محمد نے کہا: کہ "**ثم بالغ في أذيته بما ذكره السخاوي**" پھر بقاعیؒ نے ان کی معاملہ میں مبالغہ کیا جیسا کہ سخاویؒ نے ذکر کیا۔ (**مقدمہ کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۹، تحقیق شادی بن محمد**)

- شیخ محمد المحاسن یعقوبی نے اس جرح کو بقاعیؒ کا تسامح اور غلطی بتایا ہے۔ (**التعریف والاخبار: ج۱: ص۷۵-۷۷**)، لہذا زبیر صاحب کا یہ مردود جرح پیش کرنا باطل ہے۔

(۳) علامہ بقاعیؒ (**م ۸۸۵ھ**) بذات خود متشدد ہے۔ چنانچہ ان کے شاگرد امام، محدث عبد القادر بن محمد النعیمی الدمشقیؒ (**م ۹۲۷ھ**) نے اپنی کتاب "**الدراس فی تاریخ المدارس ص: ۳۳**" پر لکھتے ہیں: "**وقد ظلمه شيخنا البرهان الدين البقاعي في عنوان العنوان**" ہمارے شیخ برہان الدین بقاعیؒ نے اپنی کتاب "عنوان العنوان" میں (جرح اور تنقید میں) بڑا ظلم کیا ہے۔

اسی طرح ان کے تشدد کی کئی مثالیں حافظ سخاویؒ نے ذکر کی ہے، مثلاً ان کی حافظ، امام ابن ناصر الدینؒ (**م ۸۴۵ھ**) پر جرح وغیرہ۔ دیکھئے (**الضوء اللامع ج: ۱ ص: ۱۱۰، ۱۱۱، البدر الطالع ج:۱ ص:۲۰**)

اور متشدد کی جرح خود اہل حدیثوں کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ (**انوار البدر: ص۱۲۷، دین الحق: ج۱: ص۳۶۶**) لہذا یہ جرح مردود ہے۔

(۴) **غیر مقلدین کے نزدیک کذب بمعنی خطا بھی ہوتا ہے:**

زبیر علی زئی صاحب کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے میں لکھتے ہیں : شیخ ابوغدہ ؒ نے علامہ الیمانی ؒ کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے :

"**ان لفظة كذاب قد يطلقها كثير من المتعنتين في الجرح على من يهم ويخطئ في حديثه**" لفظ کذاب بہت سے متشدد ین جرح راوی کی حدیث میں وہم وخطاء پر اطلاق کرتے ہیں۔علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں "**فاما قول الشعبي الحارث كذابا فمحمول على انه عنى بالكذب الخطاء**" امام شعبی ؒ کا فرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطاء مراد لی ہے۔(**تنقیح الکلام ص:۲۴۶**)

جب اہل حدیث کذب کی جرح کو خطاء پر محمول کرتے ہیں تو زبیر علی زئی صاحب اس جرح (کذب) کو قاسم بن قطلوبغا ؒ کے ضعف کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا باطل ومردود ہے۔اور خود غیر مقلدین کے اصول سے، یہاں کذب سے مراد خطاء ہے۔

عجیب تناقص ہے!

جب کذاب کی جرح غیر مقلدین کی کسی مستدل روایت کے اند رآجائے تو پھر اس محدثین کی کذاب والی جرح کی تاویل کرتے ہیں اور جب احناف کی مستدل روایت کے اندر آجائے تو فورن وہ راوی کذاب ہوجاتا ہے ۔

(۵)　　معاصرانہ جرح کی حیثیت :

ہم عصر علماء کرام کی جرح اکثر قبول نہیں کی جاتی۔علامہ سبکی ؒ فرماتے ہیں: معاصر کی جرح مبہم قابل قبول نہیں۔(**الجرح والتعدیل للسبکی ص: ۲۴**) کیونکہ وہ اکثر خارجی سبب کی بناء پر ہوتی ہے۔

امام قاسم بن قطلوبغا ؒ اور امام بقاعی ؒ آپس میں معاصر ہیں۔لہذا امام بقاعی کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔جب کہ اس کے شواہد او ر قرائن بھی موجو د ہیں، جس کی تفصیل اپر گزرچکی۔

غیر مقلدین کے اپنے گھر کی گواہی:

غیر مقلدین کے ممدوح قاضی شوکانی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ علامہ بقاعیؒ پر ان کی تصانیف کی وجہ سے علماء کرام نے ان پر جرح کی جس کی وجہ سے ان کی اور دیگر محدثین کی آپس میں معاصرانہ چشمک لگی رہتی تھی۔**(البدر الطالع ج: ۱ ص:۲۰)**

پھر علامہ بقاعی کی یہ عادت تھی کہ جو ان پر جرح کرتا ،امام بقاعیؒ اس پر جرح کر دیتے تھے۔**(الضوء اللامع ج: ۱ ص : ۱۱۰ ،۱۱۱،البدر الطالع ج:۱ص:۲۰)**

ان دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ علامہ بقاعیؒ کی جرح علامہ قاسم ابن قطلوبغاؒ پر کسی بھی صورت میں قابلِ قبول نہیں ہے، کیونکہ ان کی جرح معاصرانہ لڑائی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، جس کے شواہد پیش کر دیئے گئے ہیں، اور صرف ایک امام بقاعیؒ کی جرح دیگر محدثین کے توثیق کے سامنے کیا حیثیت رکھی ہے؟ یہ خود زبیر علی زئی کے شاگردوں کو بھی معلوم ہے، لہٰذا ہمیں اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے اور لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی اہم ہے کہ امام بقاعیؒ کی اپنی شخصیت کا محدثین کرامؒ کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جائزہ لیا جائے، کیونکہ جب خود امام بقاعی پر بھی جرح موجود ہے تو اس کے بعد تو ان کی جرح کو قبول کرنا مذہبی ہٹ دھرمی اور میں نہ مانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام کا جرح ونقد:

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے صرف اجمالی جرح ہی نقل نہیں کی بلکہ ان کے رد میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں:

(۱) امام، محدث عبد القادر بن محمد النعیمی الدمشقیؒ **(م۹۲۷ھ)** نے اپنی کتاب **"الدراس فی تاریخ المدارس ص: ۳۳"** پر لکھتے ہیں : "**وقدظلمہ شیخا البرھان الدین البقاعی فی عنوان العنوان**"ہمارے شیخ برہان الدین بقاعیؒ نے اپنی کتاب "عنوان العنوان" میں (جرح اور تنقید میں) بڑا ظلم کیا ہے۔

(۲) امام سخاویؒ نے امام بقاعیؒ کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، اور اپنی تحقیق کو ضبط قلم کیا تا کہ علامہ بقاعیؒ کے افکار کا مکمل احاطہ ہوسکے۔

☆ احسن المساعی فی ایضاح حوادث البقاعی۔ **(جواھر الدرر:ص۱۷۳)**

☆ الاصل الاصیل فی تحریم النقل من التوراۃ و الانجیل۔**(الضوء اللامع:ص۱۰۵)**

☆ القول المالوف فی ردعلی منکر المعروف۔**(بدائع الزھور:۴۸/۳)**

(۳) امام احمد بن موسیٰ المیتولیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

☆ الردعلی البقاعی فی انکار قول یادائما المعروف۔ **(الضوء اللامع:۲۲۸/۲)**

☆ المدد القانص فی الذب عن ابن القارض۔**(الضوء اللامع:۲۲۸/۲)**

(۴) امام شمس الدین البلاطسی شافعیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مستقل کتاب لکھی:

☆ تقبیۃ قواعد الارکان بان لیس فی الامکان ابدع۔(قلمی نسخہ، دار مکتب المصریہ)

(۵) امام جلال الدین سیوطیؒ (جو کئی کتابوں کے مصنف اور ایک بلند پایہ محدث ہیں) نے مندرجہ ذیل کتابیں علامہ بقاعیؒ کے رد میں لکھیں۔

☆ تشیید الارکان (ویروی:تشدید الارکان) فی لیس فی الامکان ابدع مما کان **(کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون: ج۱ص۴۱۰، المولف:** مصطفی بن عبد اللہ کاتب حلبی القسطنطینی المشھور باسم جامی خلیفہ او الحاج خلیفہ۔ **(المتوفی:۱۰۶۷ھ)** الناشر مکتبۃ المثنی، بغداد: ۱۹۴۱ء)

نوٹ: برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعیؒ (۸۸۵ھ) نے ایک کتاب: تھدیم الارکان، فی لیس فی الامکان ، ابدع مماکان۔ تصنیف کی تھی ، جس میں غلط نظریات بیان کئے تھے، تو مختلف علماء نے اس کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔**(کشف الظنون : ص ۵۱۳،ج۱)**

☆ تنبیہ الغنی فی تنزیہ ابن عربی۔**(کشف الظنون:ج۱/ص۴۸۸)**

☆ قمع المعارض فی نصرۃ ابن القارض۔ **(بدائع الزھور:۴۸/۳)**

(۶) امام محمد بن جمعۃ الشیبانیؒ نے امام بقاعیؒ کا رد لکھا، اور کمال تحقیق پیش کی:

☆ **ترياق الافاعي في الرد علي خارجي البقاعي**۔(قلمی نسخہ مکتبہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

(۷) امام محمد بن حامد الشافعیؒ نے علامہ بقاعیؒ کا رد کیا ہے اور مستقل ایک کتاب لکھی:

☆ **الدليل والبرهان علي انه ليس في الامكان ابدع**۔(اس کا قلمی نسخہ امریکہ میں موجود ہے)

(۸) محدث عبدالرحمن بن محمد السنطاوی نے بھی امام بقاعیؒ کے رد میں کتاب لکھی:

☆ **السيف الحسام في الذب عن كلام حجة الاسلام**۔(قلمی نسخہ امریکہ)

(۹) محدث بدرالدین ابن الغرس نے بھی ابن القارض کا دفاع کیا ،اور علامہ بقاعی کے افکار کا مکمل رد ضبط قلم کیا۔

☆ **كتاب في دفاع ابن القارض؛ (بدائع الزهور:۴۸/۳)**

آخری بات :

اس تحقیق سے کم از کم یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ محدثین کرام نے علامہ بقاعیؒ کا شدت کے ساتھ رد لکھا ہے اور جس کی وجہ سے علامہ بقاعیؒ کی اپنے ہم عصر سے بحث مباحثہ چلتا رہا ،اور اسی بحث میں انہوں نے علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ پر بھی اپنے قلم کا وار کیا۔مگر محدثین کرام نے جو اصول جرح وتعدیل میں متعین کئے ہیں ،ان کی روشنی میں حافظ قاسم بن قطلوبغا کی ذات کو داغ دار نہیں بنایاجاسکتا ہے۔جناب زبیر علی غیر مقلد مسلکی تعصب کی مرض میں[17] علامہ بقاعیؒ کے حوالے سے بھولے بھالے لوگوں کو تو تحقیق کے نام پر دھوکہ دے سکتے ہیں ،مگر اصول حدیث اور اسماء الرجال کے ایک طالب علم کو دھوکہ دینا اتنا آسان نہیں۔

---

[17] زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام قاسم ابن قطلوبغاؒ پر جرح علامہ بقاعیؒ سے صرف اس لئے نقل کی ہے کہ امام قاسم ابن قطلوبغاؒ **(م۸۷۹ھ)** نے اپنی کتاب **"التعریف والاخبار بتخریج احادیث الاختیار جلد نمبر ۱ص۳۱۴، تحت رقم الحدیث۱۶۸"** میں مصنف ابن ابی شیبہ سے تحت السرۃ یعنی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث نقل کی ہے ، اور مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخہ سے احتجاج کیا ہے، کیونکہ یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے زبیر علی زئی نے محدث قاسم ابن قطلوبغاؒ پر ہی جرح کر دی۔

مزید تعجب اس لئے بھی ہوتا ہے کہ زبیر علی زئی صاحب کا اصول تھا کہ جمہور کے اقوال اسماء الرجال میں حجت ہوتے ہیں، جب کہ وہ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ کے معاملہ میں اپنے ہی اصول کو نظر انداز کر دیا۔

اور دوسری طرف اپنے من پسند راوی کا دفاع کرتے ہوئے موصوف زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ **" ہمارے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ فلاں امام نے فلاں راوی کو کذاب (جو کہ جرح مفسر ہے) یا ضعیف کہا ہے ، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جمہور کس طرف ہیں ؟ جب جمہور محدثین سے ایک قول (مثلاً توثیق یا تضعیف) ثابت ہوجائے ، تو اس کے مقابلہ میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے ، اور جرح وتعدیل میں تعارض کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح حاصل ہے۔ (مقالات ۶/۱۴۳)**

کیا یہی اصول پسندی ہے ؟

اور کیا اسی کانام تحقیق ہے ؟

اللہ ہمیں بغض کے مرض سے دور رکھے اور ائمہ اہل سنت کی تعظیم اور محبت عطاء فرمائے۔(آمین)

نوٹ:

اسی طرح کی مردود جرح زبیر علی زئی صاحب نے حافظ مغلطایؒ **(م ۷۶۲ھ)** پر بھی کی تھی۔ جس کا جواب **مجلہ الاجماع: شمارہ ۴: ص ۵۳** پر موجود ہے۔